بسم اللہ الرحمن الرحیم

والعصر ہ ان الانسان لفی خسر ہ

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

العصر پشاور

مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمٰن

جولائی 2003ء / جمادی الاول ۱۴۲۴ھ

Scanned with CamScanner

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان
ماہنامہ
العصر
پشاور

زیر سرپرستی
حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب زید مجدھم

مجلس ادارت
مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمٰن
نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت
مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمٰن
قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

جولائی 2003ء / جمادی الاول ۱۴۲۴ھ — جلد ۹ شمارہ ۶

فہرست مضامین

صدائے عصر	اداریہ	۲
ہم عصر علماء کا باہمی تعلق	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۷
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۱۵
نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں	مفتی غلام الرحمٰن	۴۰
تقریب یوم سرپرستان	مولانا تحمید اللہ جان	۴۸
دینی مدارس کی اسناد اور پارلیمنٹ	عطاء الرحمٰن	۵۳

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔ صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر
مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپواکر
دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ 15 روپے / زر سالانہ اندرون ملک 125 روپے بیرون ملک 25 ڈالر کی قیمت

جنت میں گھر بنانے کا سنہری موقع

گھر انسان کی بنیادی ضرورت ہے خود اور اپنی اولاد کے آرام وسکون کے لئے ہر ایک گھر بنانے کی کوشش میں رہتا ہے زندگی بھر ایک گھر کی تعمیر انسان کی واحد آرزو اور تمنا ہوتی ہے لیکن کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ دنیا کی عارضی زندگی کی نسبت سے ہے ہمیں قیامت کی ابدی زندگی میں بہتر سے گھر بن[illegible] کی ضرورت ہے یہاں تو پھر بھی ذاتی مکان نہ ہونے کی صورت میں کرایہ کے [illegible] میں زندگی کی صبح وشام تمام ہوسکتی ہے لیکن قیامت میں کرایہ داری کا نظام نہیں [illegible]تا۔

آئیے بغیر سوچے فیصلہ کیجئے

کہ ہمیں جنت میں گھر بنانا ضروری ہے اس کے لئے آپ کرہ ارض پر مسجد بنا کریا کسی دینی درسگاہ کی تعمیر میں حصہ لیکر اپنی آرزو پوری کرسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جامعہ عثمانیہ نے بنات اسلام کے لئے "**مدرسہ سیدہ فاطمہ**" کے عظیم منصوبہ پر کام شروع کرکے دو مراحل میں جامعہ کے ساتھ ساتھ سترہ مرلہ کا [پلا]ٹ تقریباً دس لاکھ روپے میں خرید کر مسلمانوں کو جنت میں گھر بنانے کا سنہری موقع فراہم کیا ہے۔ زرزمین کا یہ ناقابل تحمل بوجھ اٹھانے میں کوشش کیجئے اور مسلمان بچیوں کی تعلیم وتربیت میں دل کھول کر حصہ لیں۔

شعبہ نشرواشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

Scanned with CamScanner

افغانستان میں نئے دوستوں کی تلاش

جولائی ۲۰۰۳ء کے پہلے دو عشروں میں صوبہ سرحد کے شمال مغربی قبائلی علاقہ …
ایجنسی ﷺ میں پاک افغان کشیدگی اور افغانستان میں پاکستانی سفارت خانے پر بلاوجہ مشتعل ہو کر …
کرنا، کچھ ایسے خطرناک اقدامات ہیں، جنہیں معمولی سمجھنا یا عواقب سے بے خبر رہنا اپنے آ…
دھوکہ دینے کے مترادف ہے- پاک افغان کی دیرینہ دوستی اچانک دشمنی میں تبدیل ہو کر …
خانے پر حملہ بین الاقوامی سفارتی آداب سے بغاوت ایک ایسا المیہ ہے جو پاکستان کی خارجہ پا…
ناکامی کی دلیل ہے- خدا کرے کہ یہ نفرت آمیز رویہ یہیں پر ختم ہو- لیکن پاکستان کی خارجہ پالیسی …
مسلسل تبدیلی اور عیار دشمن کے بھکاوے میں آ کر بار بار موقف کی تبدیلی کے منفی اثرات …
دکھائی دے رہے ہیں-

اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانستان کی تعمیر میں پاکستانی عوام کا خون شامل ہے- آج …
کرزئی کا قصر گل خانہ پر متمکن ہونا پاکستان کی اس قربانی کی برکت ہے جو پچیس سال سے دے رہا …
-قربانی کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا بلکہ آج بھی لاکھوں افغانیوں کا بوجھ پاکستان برداشت کر رہا …
اس کے باوجود افغانستان کا پاکستان کی بہ نسبت بھارت کی طرف جھکاؤ شاید افغانیوں کی فطرت …
ہو جو اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے کسی اصول اور معاہدہ کی پابندی قبول نہیں کرتے- لیکن …
امریکہ نے نام نہاد القاعدہ اور مبینہ طالبان کے تعاقب کے لئے پاکستان کو مہمند ایجنسی میں فوج …
مشورہ دیا ہو لیکن مستقبل میں اس کے اچھے نتائج کی توقع رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف …
افغانستان سے تعلقات کی خرابی ایسی آگ ہے جو بجھنے کا نام نہیں لیتی- بلکہ یہ آگ پھیل کر …

نقشہ کی تبدیلی کا سبب بن سکتی ہے-

تاریخ کے حوالہ سے یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ افغان پالیسی کو اس نہج پر پہنچانے میں ہمارے مفاد پرست ارباب اقتدار کا بنیادی کردار ہے- جنہوں نے ذاتی مفادات کے تحفظ یا ستی شہرت کے حصول کے لئے ملکی مفادات داؤ پر لگائے- آج ہم افغانستان کی حمایت سے محروم ہیں- اور شاید چند آدمی بھی ایسے نہ مل سکیں جو پاکستانی مفادات کا تحفظ کر سکیں یا پاکستان کے لئے نیک جذبات رکھتے ہوں- کیونکہ افغانستان کی آزاد خیال قوت یا روس کے ہمنوا لوگوں کی حمایت ہم اس وقت کھو بیٹھے جب ہم افغانستان کی سرزمین پر روس کے منحوس قدم برداشت نہ کر سکے اور جہاد کا فتوی دیکر عملی میدان میں کود پڑے- اگر ہماری خارجہ پالیسی میں تسلسل اور یکسانیت برقرار رہتی تو آج بھی ہمارے مثالی تعلقات ہوتے- لیکن سوء قسمتی سے روس کے نکلنے کے بعد پاکستان جہادی قوتوں پر کنٹرول نہ رکھنے کی وجہ سے مجاہدین میں دوست اور دشمن بنانے لگا- چنانچہ ربانی کے دور اقتدار میں ہماری ڈانواں ڈول پالیسی کی وجہ سے ہم مجاہدین کی وہ حمایت حاصل نہ کر سکے، جو چاہئے تھا- بلکہ ربانی، جو پاکستان کا پروردہ ہونے کے باوجود ہندوستان سے تعلقات نبھانے میں اس کو کامیابی نظر آئی اور کئی ایسے اقدامات کئے جس سے پاکستانی مفادات کو شدید نقصان پہنچا- اس وقت بھی پاکستانی سفارت کو معاف نہیں کیا گیا اور کئی بار اس پر حملہ کر کے سفارتی عملہ کو زدوکوب کیا گیا- پھر بھی ایک دھڑا ایسا تھا جس سے پاکستان کی حمایت کی توقع کی جاتی تھی- تحریک طالبان کے فروغ سے ربانی حکومت کو شدید دھچکا ملا جس کی وجہ سے وہ اعلانیہ طور پر پاکستان کی مخالفت کو اپنا فریضہ سمجھ رہی تھی- طالبان کے دور میں پاک افغان تعلقات مثالی رہے لیکن طالبان کے علاوہ دوسرے طبقوں میں ہمارے لئے حمایتی کا ملنا مشکل تھا- تاہم ﴿طالبان﴾ نے اس میدان میں وفاداری کا مثالی نمونہ پیش کیا اور ہر میدان میں پاکستان کے مفادات کا تحفظ کیا- یہ طالبان ہی تھے جنہوں نے پاکستان کے دوست اور دشمن کو اپنا دوست و دشمن سمجھا- لیکن ہائے افسوس ہم نے اس نوخیز پھول کو اپنے ہاتھوں سے کاٹا- اس کی نوخیزی پر ہمیں ترس نہیں آیا اور نہ ہم نے اس کے کھلنے کا انتظار کیا-

یہ پھول اپنی لطافت کی داد پا نہ سکا
کھلا ضرور مگر کھل کے مسکرا نہ سکا

امریکہ کون تھا؟ جو افغانستان تک آسانی سے رسائی حاصل کرتا اور نہ عراق کے لئے اس کو فضاء ہموار ہوتی اگر ہم طالبان کے خلاف امریکہ کا ساتھ نہ دیتے۔ چنانچہ افغان پالیسی پر یوٹرن لینے کے بعد ہم اس دینی قوت کی حمایت کھو بیٹھے جس پر ہمیں ناز تھا اور وہ بھی ہمیں فخر سے یاد کرتی تھی۔ یہ ہمارا ایسا اقدام تھا جس سے ہمیں افغانستان سے بستر گول کرنا پڑا۔ آج پورے افغانستان میں ہمارے لئے حمایتی کا ملنا مشکل ہے۔ ان مہاجرین کی وجہ سے آج پاکستانی معیشت کافی حد تک متاثر ہے اور پاکستان بوجھ برداشت کر رہا ہے لیکن یہ لوگ پاکستان کی سرزمین پر رہتے ہوئے بھی پاکستان کے مخالف منصوبوں میں شرکت کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔

پاک افغان تعلقات خراب ہونے کو صرف دوممالک کے تعلقات خراب ہونے کے زاویہ سے نہ دیکھا جائے۔ بلکہ اس پر گہری نظر رکھنی چاہیئے۔ ہم جغرافیائی اعتبار سے ایک ایسے ماحول میں واقع ہیں کہ ہندو جیسی عیار قوم سے ہماری دشمنی ہے۔ اور ہماری عسکری قوت تمام اس سرحد پر مصروف ہے۔ شمال مغربی سرحد کھلنے سے ہمیں وہاں مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان رات دن ایک کر کے افغانستان میں ہمارے خلاف کھیل کھیل رہا ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ پاکستان کو افغان سرحد پر مصروف رکھا جائے۔ تاکہ کشمیر کے بارے میں اپنا موقف قائم نہ رکھ سکے۔ اور شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ امریکہ بھی ہندوستان کے ساتھ اس کھیل میں برابر کا شریک ہے۔ تاکہ وہ کشمیر کے بارے میں اپنی مرضی کا حل ہم پر ٹھونس سکے۔ نیز ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ افغانستان سے دشمنی ہمیں مہنگی پڑ سکتی ہے۔ کیونکہ یہ ایسا دشمن ہوگا جو ہمارے ملک کے در و دیوار سے بھی آگاہ ہے اور گھر کے بھیدی کی طرح ربع صدی تک اس زمین پر رہا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ افغان قوم طبعی طور پر جنگجو ہیں۔ جہاد کے دوران اس طبعی مزاج کی آبیاری سے جنگ اس قوم کا پیشہ بن گئی ہے۔ اندرونی حالات پر قابو پانے کے لئے افغان حکومت کسی ایک سرحد کو کھولنا ضروری سمجھتی ہے۔ تاکہ اس سے وہ طالبان مخالفین کو زیر کر سکے۔ خدانخواستہ اگر افغان حکومت نے ان عزائم کی تکمیل کے لئے پاکستان سرحد پر جنگ

چھیڑنے میں کامیاب ہوگئی تو اس کا تدارک ہمارے لئے مشکل ہوگا۔ پاک افغان بگاڑ کا ایک اور اہم نقصان ہمیں یہ اٹھانا پڑے گا۔ کہ اس کی وجہ سے صوبہ سرحد میں علاقائی اور لسانی قوتیں کھڑی ہو سکتی ہیں اور افغان حکومت پشتو بولنے کے حوالہ سے ان قوتوں کو آگے لا کر گریٹ پختونستان کے قیام کے لئے راہ ہموار کر سکتی ہے۔ ایسا ہی بلوچستان کو اس خطہ میں ڈال کر دونوں صوبوں میں پختونستان کی تحریک کو منظم کر کے ملکی سالمیت اور وحدت کو دھچکہ لگا سکتی ہے۔ اگر صوبہ سندھ میں علیحدگی پسند قوتوں کا کنٹرول کرنا ہمارے لئے مسئلہ ہے تو دوسرے صوبوں میں ایسی تحریک اٹھنے پر ہمارے لئے ناقابل کنٹرول مشکلات کا سامنا ہوگا۔ خاکم بدہن اگر یہ تحریک کامیاب ہوگئی تو پھر پاکستان کا وجود نہیں رہے گا۔ ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو کر ہر ایک ریاست امریکہ کا بغل بچہ بننے میں ایک دوسرے سے سبقت کی کوشش کریں گے ۔ اور اسلامی تشخص کا وجود باقی نہیں رہے گا۔

پاک افغان تنازعہ پیدا ہونے کی صورت میں ہمارے اقتصادیات کو سخت دھچکا لگ سکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ہمارے ملک کے بجٹ کا وافر حصہ ان قبائلی مالکان پر خرچ ہوگا۔ جن کی وفاداری کو خریدنے کے لئے بولیاں لگ جائیں گی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مالکان پاکستان کے مفاد کے لئے کام کریں بلکہ وہ دونوں ملکوں سے کھا پی کر اعتماد دلانے کی کوشش کریں گے۔ اور حتمی رائے دینے کے لئے بھاری پلڑے کے منتظر رہیں گے۔ قبائلی علاقہ کے لوگوں کے لئے اگر روزگار کے ایسے مواقع مل گئے تو اس سے بے شمار مسائل پیدا ہوں گے۔ امن و امان کا مسئلہ درپیش ہوگا۔ جرائم پیشہ لوگ قبائلی علاقوں میں پناہ لیکر مالکان کی پشت پناہی پر اپنی غلط بات منوانے کے مواقع تلاش کریں گے۔ جس کی وجہ سے صوبہ میں چوری، ڈاکہ، قتل و مقاتلہ اور دوسرے جرائم کو فروغ ملے گا۔ اگر قبائلی مالکان کی یوں ناز برداریاں ایک دفعہ شروع ہوئیں تو اس سے سمگلنگ، منشیات اور کلاشن کوف کلچر کو ایک بار پھر فروغ مل سکتا ہے۔ پھر یہ بھی ہمیں نہیں بھولنا چاہیئے کہ پشتون معاشرہ کا ایک خاص مزاج ہے۔ دوسرے صوبوں میں مسائل اٹھ کر دب سکتے ہیں لیکن پشتون معاشرہ کو دبانا اور پا زیر کرنا مشکل ہوگا۔ انتہاء پسندی پر پختون معاشرہ کو ناز ہوتا ہے۔ اگر ایک دفعہ یہ لوگ انتہا پسندی پر اتر آئے تو پھر انہیں قابو کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے اس صوبہ کے ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے پالیسی مرتب کرنا

چاہئے۔ افغان پالیسی میں صوبہ سرحد کی ثقافت، ماحول، مزاج اور رسم و رواج کو نہیں بھولنا چاہئے۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جہاد افغانستان کو فروغ اس وقت ملی جب صوبہ سرحد کے عوام نے اس کی حمایت کی اور افغانیوں کے ساتھ مثالی نصرت کا مظاہرہ کیا۔

پاک افغان تنازعہ کے حوالہ سے ایک دوسرا خطرہ امریکہ کی عیاری ہے کہ افغانستان کے معاملہ میں پاکستان کو ایسا مصروف رکھنا چاہتا ہے۔ کہ وہ انڈیا سے دشمنی بھول جائے۔ ایران کے خلاف اگر امریکہ کوئی اقدام کرنا چاہے تو اس سلسلہ میں اس کو کسی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ اس کے بغیر ایران میں امریکہ کے اقدام پر پاکستان کے اسلامی معاشرہ کی خاموشی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے پاک افغان تنازعہ بڑھانے میں امریکہ کا ہاتھ ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے؟ کہ امریکیوں کی موجودگی میں وہ سرحد تنازعہ چھیڑ کر جنگ پر تیار ہو۔ اور امریکیوں کو پتہ بھی نہ ہو۔ جہاں کہیں امریکی کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس کے پس منظر کوئی بڑا سانحہ کارفرما ہوتا ہے۔ اور دور تک وہ آنکھ لگا کر شکار کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مشرقی پاکستان میں امریکی کردار کو ایک بار پھر سرحد میں دھرانے کی مذموم کوشش کرے۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ پاکستان افغان پالیسی پر خاص توجہ دیکر پالیسی مرتب کرے اور جو روابط اور تعلقات ہم نے امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے کھو دیئے ہیں۔ ان کو دوبارہ بحال کرنے کی راہ تلاش کرے۔ یہ تب ہو سکتا ہے کہ افغانستان میں نئے دوستوں کی تلاش کرے اور ان کے ذریعہ پاکستانی مفادات کا تحفظ یقینی بنائے ورنہ اس کے بغیر افغان پالیسی کو جوں کا توں رکھنا ملکی مفاد میں نہیں۔

والعصر ان الانسان لفی خسر

ہم عصر علماء کا باہمی تعلق

مفتی ذاکر حسن نعمانی

حدیث میں آتا ہے۔ ﴿العلماء ورثة الانبياء﴾ ۔ علماء کرام حضورؐ کے وارث ہیں فرمایا: ﴿فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب﴾ عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر۔ ایک ارشاد ہے۔ ﴿يشفع يوم القيامة ثلاثة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء﴾ قیامت کے روز تین بندے سفارش کریں گے۔ انبیاء کرام پھر علماء پھر شہداء۔ ایک حدیث ہے۔ ﴿قال عليه السلام اوحى الله الى ابراهيم يا ابراهيم انى عليم احب كل عليم﴾ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی کی اے ابراہیم میں عالم ہوں اور عالم کو پسند کرتا ہوں۔ ایک ارشاد ہے ﴿من جاء ه الموت وهو يطلب العلم يحى به الاسلام فبينه و بين النبين درجة﴾ ۔ جن کو ایسی حالت میں موت آئی کہ احیاء اسلام کی خاطر علم کی طلب میں تھا تو اس کے اور انبیاء کرام کے مابین ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں ﴿وأرجى حديث عندى فى فضلهم﴾ میرے نزدیک علماء کی فضیلت میں یہ حدیث بڑی پرامید ہے۔ ابن سعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں۔ ﴿يجمع الله العلماء يوم القيامة فيقول انى لم اجعل حكمتى فى قلوبكم الا وانا أريد بكم الخير اذهبوا الى الجنة فقد غفرت لكم على ماكان منكم﴾ ۔ قیامت کے دن علماء کو اللہ تعالی جمع کر کے فرمائے گا کہ میں نے علم و حکمت کو تمہارے قلوب میں صرف خیر کی وجہ سے ڈالا تھا۔ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارا کیا سب معاف کر دیا۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ ﴿خير سليمان بين العلم والملك والمال فاختار العلم فاعطاء الله تعالى الملك و المال تبعاً له﴾ ۔ سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالی نے علم، ملک اور مال میں اختیار دیا۔ ان میں سے جو چاہو لے لو۔ سلیمان علیہ السلام نے علم پسند کیا۔ اللہ نے ملک و مال بھی علم کے تابع کر کے دے دیا۔ بعض حکماء فرماتے ہیں۔ ﴿ليت شعرى اى شى أدرك من فاته العلم﴾ ۔ جو علم سے محروم ہو گیا۔ وہ کس

چیز سے اس کا تدارک کرے گا-مطلب یہ ہے کہ علم کا کوئی بدل نہیں- ﴿وای شئی فاتہ من ادرک العلم﴾ جس کو علم مل گیا اب کونسی چیز ہے جو اس سے فوت ہوگئی-علماء کی فضیلت میں چند احادیث ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ علماء کی شان بڑی اونچی ہے-روئے زمین پر انبیاء کرام کے بعد انسانوں کے راہنما یہی مقدس طبقہ ہے-ان کا آپس میں گہرا تعلق اور رشتہ ہے-

تائید و تصدیق-

حسد بری اور خطرناک بیماری ہے-مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں-حسد فطری چیز ہے اگر کسی کے ساتھ پیدا ہو جائے تو اس میں انسان معذور ہے-اگر حسد کے مقتضی پر عمل شروع کردے تو گنہگار ماز ور (گناہگار) ہے-مثلاً کسی عالم کے ساتھ حسد پیدا ہوا تو اس کی غیبت اور تردید و تکذیب شروع کردے-اگر حسد پیدا ہونے کے بعد حسد کے مقتضی کے خلاف عمل کرے تو ماجور (ثواب پانے والا) ہے-مثلاً کسی عالم کے ساتھ حسد ہے اور پھر اس کی تعریف-تصدیق و تائید کرتا ہے اس کو ہدیہ وغیرہ دیتا ہے تو یہ حاسد اب ماجور ہے-حسد اور نفرت کی وجہ ہم زمانہ ہوتا ہے کوئی اپنا شریک برداشت نہیں کرتا-کہتے ہیں الماصرة اصل المنافرة -مصاصرت منافرت کی اصل ہے-ابن تیمیہ کو آج کل سب شیخ الاسلام تسلیم کرتے ہیں-لیکن اپنے دور میں کسی کو شیخ الاسلام تسلیم کرنا مشکل ہو جاتا ہے-امام رازی اور امام غزالی کو سب تسلیم کرتے ہیں-لیکن آج کل اگر کوئی غزالی دوران اور رازی زمن پیدا ہو جائے تو اس کو تسلیم کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہیں-علماء کو چاہئے کہ ان سے فوق یا مساوی علماء حق جہاں بھی ہوں ان کی تائید و تصدیق کریں ان کی تردید و تکذیب نہ کریں-علماء حق کے علمی مقام و منصب کو سرعام تسلیم کریں علماء حق کی تائید و تصدیق اپنی تائید و تصدیق ہے اور ان کی تردید و تکذیب اپنی تردید و تکذیب ہے-اسلئے کہ سب علماء حق سلسلہ ہدایت کی سنہری اور قیمتی کڑیاں ہیں-اس زنجیر کی کسی کڑی کو توڑنا یا نکالنا بالکل ایسا ہے جیسے خود اس زنجیر کی کڑی سے نکل جائے حالانکہ خود کو حق پر سمجھتا ہے اور یہ باور کرتا ہے کہ میں غلطی پر نہیں-دوسرے علماء حق کی تکذیب کی وجہ حسد ہی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں صرف میرا نام ہو اور میں ہی دین کا کام کروں-جہاں تک دین کے کام کی بات ہے تو جذبہ صحیح اور اچھا ہے لیکن پوری دنیا میں ایک آدمی ہر جگہ دین کا کام نہیں کرسکتا-بلکہ اس کی طرح ہر جگہ

رجال حق یہ کام کریں گے جہاں جہاں رجال حق جو جو کام کررہے ہیں اس سے خوش ہونا چاہئے کہ ہم وہاں تک پہنچ نہیں سکتے یا وہ کام کر نہیں سکتے -شکر ہے ہمارا کام اور بوجھ ہلکا کردیا-جہاں تک نام پیدا کرنے کی بات ہے-تو یہ جذبہ صحیح نہیں-اس لئے کہ اخلاص کے منافی ہے دین کا کام تو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہوتا ہے اپنے نام کو بلند کرنا نہیں ہوتا-بلکہ دین کی بلندی کے لئے خود کو مٹانا ہوتا ہے-مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے-یا اللہ دین کا کام ہم سے لے لے اور نام کسی اور کا کر-ثمر بار درخت اس وقت ظاہر ہوگا جب اس کا دانہ اور بیج مٹی میں مل کر مٹی بن جائے-یہ بہت بڑی غلطی اور غلط فہمی ہے کہ اپنے نام کو چہار دانگ عالم میں مشہور کریں-ابھی تک تو اللہ تعالی کے نام سے بھی بہت سے لوگ ناواقف اور غافل ہیں-جو پوری کائنات کا خالق اور مالک ہے اس کو ہر قسم کے تصرف کا حق حاصل ہے اگر وہ چاہے تو ہر انسان کو اعلی درجے کی اپنی معرفت نصیب فرمادے-اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿واذ اخذ الله ميثاق النبين لما اتيتكم من كتاب و حكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به و لتنصرنه﴾ اور جب اللہ تعالی نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصداق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا) (آل عمران) اس آیت میں انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر اعتقاد اور ایک دوسرے کی طرفداری کا حکم ہے اور ظاہر ہے کہ تمام علماء کرام تمام انبیاء کرام کے ورثاء ہیں-لہذا علماء کرام بھی ایک دوسرے کو تسلیم کریں گے-ایک دوسرے پر اعتقاد کریں گے اور ایک دوسرے کی طرفداری بھی کریں گے-مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں -﴿فيه اشارة الى ترك الاستنكاف الشيوخ عمن كان فوقهم علماً و عملاً بل وصف كان مساوياً لهم﴾ یعنی ﴿لتؤمن ولتنصرنه﴾ میں اشارہ ہے کہ جو شیوخ علم و عمل میں فوق ہوں بلکہ جو مساوی بھی ہوں ان سے استنکاف اور عار نہ کریں-(بیان القرآن) ہم عصر علماء کا ایک دوسرے کو تسلیم نہ کرنا اور ترک محبت کی وجہ معاهرت، حسد اور تکبر ہے-علم کے ساتھ تکبر بہت جلد آتا ہے-مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے ایک مرتبہ غالباً اپنے بڑے بھائی کا واقعہ سنایا کہ وہ حضرت مولانا مفتی میاں اصغر حسین صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ حضرت میرے لئے

علم کی دعا فرمائیں تو میاں مفتی اصغر حسینؒ نے جواب دیا - میاں کیا کرو گے تکبر آئے گا۔ تکبر کا مطلب یہ ہے کہ صرف میں بڑا عالم ہوں اور کوئی نہیں اس کا لازمی نتیجہ دوسرے کی تحقیر اور عدم تسلیم ہے - یا حسد کے مقتضی پر عمل کی وجہ سے کسی دوسرے عالم کو تسلیم نہیں کیا جاتا - اس حسد کی وجہ سے حضورؐ کو یہود بے بہبود تسلیم نہیں کرتے تھے -لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی علم حاصل نہ کرے اس لئے کہ علم تکبر یا غلط نیت اور دیگر روحانی بیماریوں کا علاج بھی کرتا ہے - یہ بیماریاں اپنے علاج میں قرآن و حدیث کے علم کی محتاج ہیں -

حسد کا علاج -

تمام حسی اور معنوی نعمتوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہیں - وہ ایسے خزانے ہیں جن میں کمی بالکل نہیں آتی - اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کے زمانے سے خوب صورت انسانوں کو پیدا کر رہا ہے -لیکن آج تک اس کے اس خزانے میں کمی نہیں آئی کہ آج کے بعد خوب صورت انسان پیدا نہیں ہوگا -

صورتوں کا خزانہ -

آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر آج تک ہر انسان کو جدا شکل وصورت کے ساتھ پیدا کررہا ہے - ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ ہوگا کہ اب ایک ہی شکل وصورت کے انسان پیدا ہونے شروع ہو جائیں - مصنوعات دیکھ لیں مثلاً کوئی خاص ڈیزائن کی موٹر، سب ایک سانچے میں ڈھل کر ایک طرح کی ہوں گی - سب کی قیمت ایک ہوگی - کمپنیوں والے ہر موٹر کو دوسری موٹر سے مختلف نہیں بنا سکتے -

آوازوں کا خزانہ -

ہر انسان کی آواز دوسری سے مختلف ہے - اللہ نے بعضوں کو بانسری کی آواز کی طرح آواز عطا کی ہوتی ہے کسی منظوم کلام خاص کر تلاوت کے وقت کانوں میں رس گھول دیتی ہے - اس خزانے میں آج تک کمی نہیں آئی -

قوت بینائی -

بے شمار افراد کو قوت بینائی عطا کی ہے ایسا نہیں کہ وہ خزانہ اب ختم ہوگیا - لہذا آج کے بعد اندھے پیدا ہوں گے -

قوت شنوائی -

بے شمار افراد کو اس قوت سے نوازا ہے - ایسا نہیں ہوگا کہ آج کے بعد سب بہرے پیدا ہوں گے - بلکہ اب بھی بینا و شنوا انسان پیدا کر رہا ہے -

قوت عقل

ہر آدمی کو عقل و شعور جیسی نعمت سے نوازتا ہے ایسا نہیں کہ اب پاگل لوگ پیدا ہو رہے ہیں - وقس علی ھذا - ان تمام نعمتوں کی عطا میں وہ کسی مخلوق سے اس نعمت کو چھین کر دوسرے کو نہیں دیتا - بلکہ اپنے خزانوں سے عطا کرتا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کا بچہ پیدا ہوا تو باپ کی قوت بینائی، قوت شنوائی اور قوت فکر وعقل سے کچھ لیکر اولاد کو عطا کر دیا - اس لئے لوگ ان نعمتوں کو اللہ سے مانگتے ہیں کسی غیر اللہ سے نہیں مانگتے

معنوی نعمتیں -

نبوت، ولایت، علم وعمل وغیرہ ایسی نعمتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتے ہیں - نبوت والی نعمت کا دروازہ اب بند ہوگیا - نبی بننا محال عقلی نہیں بلکہ محال شرعی ہے - نبوت کے خزانوں میں کمی نہیں آئی بلکہ اللہ تعالیٰ اعلان کر چکے ہیں کہ حضورؐ کے بعد یہ نعمت کسی اور کو نہیں ملے گی - ولایت کا دروازہ کھلا ہے - لیکن یہ نعمت خطرے میں ہوتی ہے احتمال ہوتا ہے کہ اللہ اس کو چھین لیں صرف نبوت والی نعمت دوبارہ واپس نہیں لیتے - اس لئے کہ وہ پوری امت کا راہنما ہوتا ہے - امت کو اس کی اقتداء کا حکم ہوتا ہے - یہ الگ بات ہے کہ اللہ کریم اور جواد ہے اور کریم وسخی انسان کسی کو کوئی چیز عطا کر دے تو دوبارہ واپس نہیں لیتا - اس لئے مومن کو اللہ سے امید رکھنی چاہئے کہ ایمان اور ولایت والی نعمت انشاء اللہ نہیں چھینے گا - اس طرح علم بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے - اس کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں - ہر ایک کو اپنے ان خزانوں سے عطا کرتا ہے - وہ کسی کو زیادہ کسی کو کم علم عطا کرتا ہے - اس لئے حضورؐ دعا مانگتے ہیں - ﴿رب زدنی علماً﴾ - اے اللہ میرے علم میں اضافہ کر دے - لوگ دعا مانگتے ہیں یا اللہ علم لدنی عطا کر - یہ ایک نور ہے جس کو جتنی روشنی چاہیں عطا کر دیں - اللہ تعالیٰ

Scanned with CamScanner

کسی کے علم کو چھین کر دوسرے کو عطا نہیں کرتے- اس کے پاس علم کی روشنی کا غیر محدود پاور ہاؤس ہے -وہاں سے علم کی روشنی کی سپلائی ہوتی ہے- جب ہر ایک کو اللہ تعالی اپنے خزانوں سے علم عطا کرتے ہیں تو کسی کے ساتھ حسد کی کیا ضرورت ہے-

دعا۔ بلکہ ہر عالم کو چاہئے کہ تمام علماء عصر کے لئے دعا کرے کہ اسے ہر عالم کو دین کی خدمت کے لئے ہر قسم کی صلاحیت عطا فرما تاکہ تیرے دین کا بول بالا ہو اور خود اپنے لئے بھی مانگے -اللہ تعالی سب کو اپنے خزانوں سے عطا کر دیں گے- مسلم شریف کی حدیث ہے ﴿مامن عبد مسلم یدعوا لاخیہ بظهر الغیب الا قال الملك وذلك بمثل﴾ جو شخص مسلمان بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے مانگے فرشتہ کہتا ہے- تجھے بھی اللہ یہی عطا کر دے گا-

اعتراف -

کسی عالم کے علمی کارنامے کا اعتراف اور خراج تحسین جائز ہے- عالم کی پیٹھ پیچھے اس کی تعریف کریں- اس کے علمی کارناموں کا اعتراف کریں- عالم کے منہ پر بھی اور واقعی کا اعتراف، تحسین صحیح ہے- البتہ بلاضرورت منہ پر تعریف صحیح نہیں اس لئے کہ پھر اس عالم میں خود بینی اور تکبر کی بیماری پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے- بہر حال عالم کے صحیح کام اور علمی کارناموں کی حوصلہ افزائی ایک جائز امر ہے جس کی وجہ سے عالم کا شوق و رغبت اور حوصلہ بڑھے گا- یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کہا ﴿انا نراك من المحسنین﴾ -آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں (یوسف) حضرت ابو موسی قرآن کی تلاوت بہت اچھی کیا کرتے تھے- آپ ؐ نے ایک روز ان سے فرمایا تمہیں تو گویا حضرت داؤد کی بانسریوں میں سے کوئی بانسری عطا ہوئی ہے-

حضرت ابن کعبؓ کی روایت ہے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابومنذر کیا تم جانتے ہو کہ قرآن کریم کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے- میں نے عرض کیا ﴿اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم﴾ — یعنی آیۃ الکرسی- آپ ؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ابومنذر تمہیں علم راس آئے- یمن کے لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی کر دیجئے جو ہمیں اسلام اور سنت سکھائے- آپ ؐ نے حضرت ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ اس امت کا امین ہے- ایک موقع پر فرمایا چار آدمیوں سے قرآن سیکھو۔ ابن ام عبد (حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ) معاذ بن جبلؓ ابن کعبؓ اور سالم (مولی حذیفہ) دیکھیے کیسے علم اور صفات دونوں کا اعتراف فرمایا- ایک مرتبہ فرمایا میری امت پر سب سے زیادہ شفقت و رحم کرنے والے ابوبکرؓ ہیں اور اللہ تعالی کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت حضرت عمرؓ ہیں- سب سے زیادہ فیصلہ کرنے کی قابلیت حضرت علیؓ میں ہے- وراثت کے مسائل کے سب سی زیادہ عالم زیدؓ ہیں اور حلال و حرام سب سے زیادہ معاذ بن جبل جانتے ہیں- دیکھیے کیسے حضورؐ علمی و اخلاقی اعتراف فرما رہے ہیں- اس لئے علماء کو چاہئے کہ ہم زمانہ علماء کا علمی و اخلاقی صفات کا برملا اعتراف کریں- اگر خدانخواستہ ہم عصر علماء کی توہین تردید- تنقیص یا غیبت کی تو اس سے ان کی شان تو نہیں گھٹے گی البتہ یہ خود دوسروں کی نظر میں ذلیل ہوگا- آخرت خراب ہوگی اور جن کی غیبت کی ان سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا- جس کی وجہ سے دین کا نقصان ہوگا- دوسرے عالم کی تنقیص اور غیبت سے اس کی شان گھٹتی نہیں اور اس کی شان بڑھتی نہیں- الٹا نقصان ہے-

آئمہ مجتہدین واسلاف کی زندگیاں دیکھیں- کیسے برملا ایک دوسرے کا علمی اعتراف ہو رہا ہے ایک دوسرے کی تعریف کر رہے ہیں- اپنے اکابر کو دیکھیں باوجود اختلافات کے ایک دوسرے کے احترام کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا- مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی سیاسی جلسوں میں شرکت کرتے ہیں- تو حضرت والا نے فرمایا ساتھ یہ بھی کہو نہ کہ آدھی رات کے وقت بخاری شریف پڑھاتے ہیں- کسی نے مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کہا کہ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گرفت فرماتے ہیں- آپ کے ہاں بہت تنگی ہے اور مولانا حسین احمد مدنی کے ہاں بڑی وسعت ہے وہ ایسا نہیں کرتے - حضرت والا نے فرمایا میری مثال قلیل پانی کی طرح ہی جو معمولی سی گندگی سے پلید ہو جاتا ہے- اس لئے بہت احتیاط کرتا ہوں اور مولانا حسین احمد مدنی کی مثال بڑے سمندر کی طرح ہے جو گندگیوں سے پلید نہیں ہوتا-

مسائل میں اختلافات ۔

علمی مسائل میں اختلاف کوئی نئی بات نہیں- صحابہ کرام کے دور سے یہ اختلاف چلے آرہے ہیں- ادب کے دائرے میں ایک دوسرے سے اختلاف رائے کا حق حاصل ہے- لیکن اس اختلاف کو عوام کے سامنے گیند کی طرح نہیں پھینکنا چاہئے- تاکہ علمی اختلاف سے جھگڑے نہ پیدا ہوں اپنے استاد سے اگر مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہ بھی ادب کے دائرہ میں عرض کر دینا چاہئے- شاہ عبدالعزیز کے

Scanned with CamScanner

سامنے ایک وفد آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ اگر تو اپنے باپ کے گھر داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہوگی۔ عورت کے باپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اب بیوی جانا چاہتی ہے تاکہ باپ کی میت کا دیدار کرے۔ شاہ صاحب نے فرمایا طلاق واقع ہو جائے گی۔ جب وفد رخصت ہوگیا تو پاس ہی ان کے شاگرد قاضی ثناء اللہ پانی پتی موجود تھے۔ شاگرد نے کہا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ باپ کے مرنے کے بعد گھر اب ورثاء کا ہے باپ کا نہیں۔ شاہ صاحب نے وفد کو واپس بلوایا اور ان سے کہا میرے شاگرد نے یوں کہا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ سبحان اللہ شاہ صاحب کی بے نفسی دیکھیے۔ کیسے اپنی غلطی اور شاگرد کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں۔ میرے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور میرے والد صاحب میں متعدد مسائل میں اختلاف تھا۔ اور حضرت بعض لوگوں کو خود فرما دیتے تھے۔ میرے نزدیک تو فلاں چیز جائز نہیں لیکن مولوی محمد یحیٰ صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ تیرا دل چاہے اور جا کر ان سے پوچھ لے۔ اس کے موافق عمل کر لے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرتؒ کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑبڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ شعبان کے چاند میں جس شہادت پر مدار تھا بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی اس لئے روزہ ہے اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ شرعی حجت سے صحیح تھی اس لئے کل روزہ نہیں ہے دن بھر بحث رہی شام کو چاند نظر نہ آیا۔ حضرت نے طے فرمایا کہ میں روزہ رکھوں گا میں نے عرض کیا میرے لئے کیا ارشاد ہے۔ فرمایا میرے اتباع کی ضرورت نہیں سمجھ میں آ گیا ہو تو رکھو ورنہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ علماء کرام کے ان کے مقام کے مطابق جو آداب ہیں ان کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ ان رعایت کرو تاکہ علماء کرام کی گستاخی نہ ہو ان کی توہین اور تنقیص نہ ہو۔ جہاں یہ باتیں عام لوگوں کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ علماء کو بھی چاہئے کہ ان پر عمل کریں ایسا صحیح نہیں کہ لوگوں سے تو ادب کے لئے کہیں اور خود مرضوع القلم بن جائیں۔ علماء کرام کے آداب علماء اور عوام سب کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علماء کرام کی ناقدری اور بے ادبی سے بچائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین حفظهم الله تعالی مندرجه ذیل مسئله کے بارے میں که :

۱-روزے کی حالت میں کان میں دوائی یا تیل ڈالنا مفطر ہے یا نہیں؟ نیز اس بارے میں کوئی حدیث یا اثر بھی منقول ہے؟

۲-اکثر فقہاء کے کلام میں اس کے مفطر ہونے کے لئے جو وجہ بیان ہوئی ہے ﴿لانه يصل الى الدماغ﴾ اس کی کیا حیثیت ہے؟ آیا یہ ایک علت کے طور پر ہے؟ جس پر وجود اً وعدماً احکام مرتب ہوں یا محض ایک قید اتفاقی ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو بھی یہی حکم ہے؟ پھر یہ کہ اگر یہ علت ہو تو ائمہ مذہب کے بیان کردہ ہے یا بعد کے فقہاء نے بیان فرمائی ہے؟ اگر بعد کے فقہاء نے بیان فرمائی ہو تو اس کا تحقق ضروری ہوگا؟ بعد کے فقہاء کا تو تعلیلات میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ اس سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ وہ ائمہ مذہب کی تصریحات کے مطابق ہی رہتا ہے۔

۳-اگر وصول الی الجوف علت ہو تو آج کل کے ماہرین طب کی تحقیق کہ کان اور جوف دماغ کے درمیان کوئی مسلک و منفذ نہیں اس مسئلہ پر اثر انداز ہوگی یا نہیں؟ یعنی طبی تحقیق کی بناء پر اسے غیر مفطر قرار دیا جائے گا یا ظواہر نصوص فقہ کے مطابق اسے مفطر ہی ماننا پڑے گا؟

طبی تحقیق پر مسئلہ کا مدار رکھنے میں مندرجہ ذیل اشکالات ہیں:

۱۔شریعت کے احکام کا مدار ایسی تدقیقات پر نہیں ہوتا جو ایک عام انسان کے اختیار وقدرت میں نہ ہوں جیسے نمازوں کے اوقات کا مدار ریاضی اور فلکیات کے حسابات وتدقیقات پر نہیں رکھا گیا اور ان کا مکلف نہیں بنایا گیا بلکہ ظاہر رویت پر رکھا گیا ہے۔اسی طرح جب کان سے جوف دماغ تک منفذ ہے یا نہیں یہ بات طبی تحقیق اور تشریح الابدان سے ہی معلوم ہو سکتی ہے تو اس پر روزہ کے فساد وعدم فساد کا مدار نہیں رکھا جانا چاہئے۔بلکہ بظاہر حال کسی سوراخ میں کوئی چیز ڈالی جائے تو آگے جاتی ہی ہے اس لئے اسے مفطر قرار دینا چاہئے جیسا کہ فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں۔

۲۔فقہاء متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف موجود ہے سوال یہ ہے کہ جو حضرات اسے مفطر قرار نہیں دیتے بظاہر ان کے ہاں اس کی وجہ یہی ہے کہ کان میں دواء ڈالنے سے وہ جوف دماغ یا جوف معدہ تک نہیں پہنچتی۔ظاہر یہ ہے کہ یہ اختلاف فقہاء حنفیہ کے سامنے آ چکا تھا، اس کے باوجود انہوں نے اسے قابل اعتناء نہیں سمجھا تو اس کی وجہ کیا ہے؟اور ہمارے لئے محض طبی تحقیق کی بناء پر ان کے موقف سے اختلاف کرنے کی گنجائش کیسے ہوگی؟

مسئلہ زیر بحث سے متعلق دارالعلوم کراچی کا فتوی عدم افطار کا ہے اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے متفق تھے بلکہ اسی کے مطابق آپ نے ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ کو فتوی بھی تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم نے اس فتوی پر رد لکھا ہے۔یہ دونوں تحریریں منسلک ہیں۔اسکے علاوہ دارالعلوم کراچی کی تحقیق کی تائید میں کچھ مزید عبارات بھی منسلک ہیں جو انشاء اللہ تحقیق مسئلہ میں ممد ثابت ہوں گی۔(ادارہ نے اختصار کے لئے تائیدی حوالہ جات ذکر نہیں کیئے۔)

(منجانب دارالافتاء والارشاد
ناظم آباد کراچی ۱۸)

مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی کا فتوی

(عدم افطار)

روزہ کی حالت میں کان میں دوا ڈالنے کا حکم

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سیدنا، و نبینا، و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین — اما بعد:

یہ مسئلہ کافی عرصہ سے عالم اسلام کی مختلف علمی مجالس میں زیر بحث آ رہا ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟برصغیر کے مختلف دینی مدارس اور دارالافتاء میں اس سے متعلق سوالات بھی آ رہے ہیں اور بعض دینی جرائد میں معاصر علماء کے قلم سے اس موضوع پر چند مضامین اور بعض آراء بھی سامنے آئی ہیں۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے صدر، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے تحقیقی مقالہ ﴿ضابط المفطرات فی مجال التداوی﴾ میں بھی اس موضوع کے تقریباً تمام پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالی ہے اور اس مسئلہ کے بارے میں اکابر فقہاء متقدمین ومتاخرین کی کتابوں کی اہم عبارات اور جدید تحقیق بھی اپنے مقالہ میں درج کردی ہے۔

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر بروز ہفتہ، بتاریخ ۸ شعبان ۱۴۲۲ھ جامعہ دارالعلوم کراچی کے اکابر علماء اور دارالافتاء کے اہم رفقاء پر مشتمل ﴿مجلس تحقیق مسائل حاضرہ﴾ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں اس مسئلہ پر اجتماعی طور سے غور وفکر کیا گیا، مجلس میں اکابر فقہاء احناف رحمہم اللہ کی کتابوں کے اقتباسات پڑھ کر سنائے گئے، ﴿ضابط المفطرات﴾ کے اہم حصوں کی خواندگی کی گئی، اس موضوع پر ﴿مجمع الفقہ الاسلامی﴾ کی قرارداد بھی پڑھی گئی (قرارداد نمبر: ۹۳(۱۰/۱) منعقدہ بتاریخ ۲۸ صفر ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۸ جون تا ۳ جولائی ۱۹۹۷ء جدہ) نیز حال ہی میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم ودامت برکاتہم نے اس مسئلہ پر ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ کو جو فتوی تحریر فرمایا ہے وہ

Scanned with CamScanner

بھی پڑھ کر سنایا گیا۔

انفرادی واجتماعی غور وفکر اور فقہاء کرام رحمہم اللہ کی عبارات کے پیش نظر کان کے بارے میں تین صورتیں واضح طور پر سامنے آ گئیں۔

(الف) روزہ دار کے کان میں اگر پانی خود بخود چلا جائے مثلاً غسل، بارش یا حوض میں غوطہ لگانے وغیرہ کے دوران تو تمام فقہاء احناف بلکہ مذاہب اربعہ کے جمہور فقہاء کے نزدیک اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ کی دلیل کے طور پر سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا عمل بھی صحیح بخاری میں موجود ہے (دیکھیں صحیح بخاری، عمدۃ القاری اور فتح الباری کی عبارات ۱ تا ۳) اور فقہی عبارات بھی اس بارے میں معروف ہیں جن میں چند نقل کی گئی ہیں (دیکھیں عبارات ۴ تا ۷)

(ب) اگر پانی کان میں خود ڈالا گیا ہو تو اس میں فقہاء احناف رحمہم اللہ کے دونوں قول ہیں، ایک قول میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ہدایہ، تبیین الحقائق، محیط، ولوالجیہ اور درمختار میں اسے ہی مختار قرار دیا گیا ہے، حضرت تھانوی قدس سرہ نے بھی بہشتی زیور میں یہی قول اختیار کیا ہے۔ جبکہ فتاوی قاضی خان، بزازیہ، فتح القدیر اور برہان میں پانی داخل کرنے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم لگایا گیا ہے۔ (دیکھیں عبارات از ۸ تا ۱۱)

(ج) اگر کان میں دوا ڈالی جائے تو مذاہب اربعہ کے جمہور فقہاء کی نصوص کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن مالکیہ اور شافعیہ نے فساد صوم کا قول اس شرط کے ساتھ کیا کہ پانی دماغ یا حلق تک پہنچ جائے اور حنفیہ نے یوں کہا ہے کہ چونکہ کان کے ذریعہ پانی دماغ تک پہنچ ہی جاتا ہے۔ اس لئے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس مسئلہ پر بھی فقہی عبارات تمام معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن میں سے بعض درج کر دی گئی ہیں۔ (دیکھیں عبارات از ۱۲ تا ۱۷)

البتہ یہ بات کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ کیوں فاسد ہوگا؟ کسی بھی فقہی کتاب میں اس کی کوئی دلیل حدیث مرفوع، موقوف یا مقطوع کی صورت میں بیان نہیں کی گئی۔ اس کی فقہی وجہ بیان کرنے سے بھی بعض عبارات میں تو سکوت کیا گیا ہے اور بعض عبارات میں ﴿الفطر مما دخل، لا مما خرج﴾ کو بنیاد بنایا گیا ہے اور بعض عبارات میں یہ تصریح ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے اگر دوا حلق

میں جائے تو روزہ فاسد ہوگا، ورنہ نہیں (دیکھیں عبارات از ۱۶ تا ۱۹)

اور بعض عبارات بلکہ کئی عبارات میں اس کی صراحت ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے دوا دماغ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور دماغ یا تو بعض آئمہ کے نزدیک خود جوف معتبر ہے اس لئے دماغ میں دوا پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک دماغ اس لئے جوف معتبر ہے کہ دماغ سے حلق کی طرف راستہ ہونے کی بناء پر دوا حلق یا معدے میں جائے گی، اور حلق یا معدے میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ دوا جوف معتبر یعنی دماغ یا حلق تک پہنچ جاتی ہے۔ ﴿وھو الاصل فی الافطار﴾ (دیکھیں عبارات نمبر ۱۵ اور از ۲۰ تا ۲۵))

اب رہی یہ بات کہ کان میں دوا ڈالنے سے کیا دوا واقعۃً حلق یا دماغ کی طرف کسی منفذ کے ذریعہ منتقل ہوتی ہے یا نہیں؟ تو یہ مسئلہ فقہ سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ طب اور فن ﴿تشریح الأبدان﴾ سے تعلق رکھتا ہے اور اس بارے میں اطباء کے متفق علیہ قول کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جبکہ قرآن وسنت کی نصوص سرے سے موجود ہی نہ ہوں اور فقہاء کے اقوال خود محتمل ہوں اور ان میں بھی فقہاء نے خود تشریح البدن کو مدار حکم بنایا ہو۔

چنانچہ فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی صراحت فرمادی ہے کہ ان جیسے مسائل (تشریح البدن) کا تعلق فقہ سے نہیں ہے (بلکہ طب سے ہے) یعنی ان جیسے مسائل میں نص شرعی نہ ہونے کی بناء پر فقہاء کی آراء تشریح اعضاء کے بارے میں اطباء کی آراء سے ماخوذ یا ان پر مبنی ہیں، جس کی چند نظیریں درج ذیل ہیں۔

(۱) فقہاء احناف کے درمیان ﴿إقطار فی الاحلیل﴾ کے مفسد صوم ہونے میں اختلاف ہے، اور اس کی وجہ کوئی نص یا شرعی دلیل نہیں بلکہ یہ اختلاف اس عضو کی تشریح میں اختلاف پر مبنی ہے۔

(۲) حضرات فقہاء شوافع کے درمیان خود کان کے مسئلہ میں دو قول ہیں: بعض حضرات نے ﴿إقطار فی الاذن﴾ کو مفسد صوم قرار نہیں دیا، اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ کان سے حلق یا دماغ

Scanned with CamScanner

تک کوئی منفذ نہیں۔

(۳) ﴿إقطار فی فرج المراة﴾ میں بعض فقہاء مالکیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کو مفسد صوم قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ یہاں سے کوئی منفذ جوف کی طرف نہیں۔

(۴) حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ کان میں تیل ڈالنے سے اگر وہ حلق تک پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹے گا ورنہ نہیں، اس سے بھی واضح ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک حکم شرعی کا مدار تشریح عضو پر ہے۔ (دیکھیں عبارات از ۲۶ تا ۳۳)

جب فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس کی تصریح کر دی ہے تو اب دیکھا جائے گا کہ تشریح ابدان کے ماہر اطباء کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟ بظاہر قدیم اطباء کا موقف وہی ہے جو مذکورہ بالا فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے (اگرچہ فقہی عبارات میں اطباء کا حوالہ نہیں دیا گیا)

اس مقصد کے لئے ہم نے کچھ قدیم طبی کتابوں کی طرف براہ راست مراجعت کی کوشش کی مگر طبی کتابوں سے ہمیں اس کی وضاحت نہ مل سکی، البتہ ﴿الموجز المحشی﴾ کے حاشیہ میں درج عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پرانے اطباء کان کا تعلق دماغ سے تسلیم کرتے تھے۔ دیکھیں عبارت ۳۴)

(مگر اب ایک عرصے سے تمام اطباء اور تشریح ابدان کے تمام ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ کان کے اندر سے دماغ تک کوئی راستہ موجود نہیں ہے اور اس بات پر بھی سارے اطباء اور ماہرین متفق ہیں کہ عام صحت مند آدمی کے کان سے حلق تک بھی کوئی ایسا راستہ کھلا ہوا نہیں ہے کہ جس سے دوا یا پانی حلق میں خود بخود جا سکے، کیونکہ کان کے آخر میں ایک باریک مگر مضبوط پردہ ہے جس نے حلق یا دماغ کی طرف جانے کا راستہ مسدود کیا ہوا ہے اور عام حالات میں کان میں ڈالی جانے والی کوئی بھی دوا یا غذا حلق تک نہیں جاتی، الا یہ کہ کسی کے کان کا پردہ پھٹ جائے یا کان کے پردے میں واضح سوراخ ہو جائے تو ایسی بیماری یا غیر معمولی صورت حال میں دوا اندرونی کان سے حلق کی طرف منتقل ہو سکتی ہے، ورنہ نہیں۔

ادھر یہ بات بھی بدیہی ہے کہ بیہوشی اور بیماری کی بعض صورتوں میں دواء اور غذا ناک کے راستہ ٹیوب کے ذریعہ معدے تک پہنچائی جاتی ہے جس کا مشاہدہ ہسپتال وغیرہ میں ہوتا ہے لیکن کان

کے ذریعے غذا یا پانی حلق یا معدے تک پہنچانے کی کوئی صورت آج تک نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کان سے حلق تک کوئی منفذ موجود نہیں۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں ضابط المفطرات کی عبارت، حوالہ ۳۷)

اب جبکہ تمام اطباء اور تشریح ابدان کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ کان میں دوا ڈالنے سے دماغ تک اس کے پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اور اس بات پر بھی متفق ہیں کہ کان میں دوا ڈالنے کی صورت میں حلق تک اس کے پہنچنے کا بھی عام حالات میں کوئی راستہ نہیں تو اس کا کسی جوف معتبر تک پہنچنا ثابت نہیں ہوتا۔ اور مذاہب اربعہ اس پر بھی متفق ہیں کہ منافذ معتبرہ سے جوف معتبر تک پہنچنے ہی سے روزہ فاسد ہوتا ہے اس کے بغیر نہیں۔ (دیکھیں عبارات ۳۵،۳۶)

اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے ﴿مجلس تحقیق مسائل حاضرہ﴾ نے درج ذیل امور پر بطور خاص غور کیا۔

(۱) فقہاء کرام رحمہم اللہ کی وہ تمام عبارات جو منسلکہ صفحات میں درج کر دی گئی ہیں اور جن کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی وہ تحقیق جو حضرت موصوف مدظلہم نے اپنی تحقیقی کتاب ﴿ضابط المفطرات﴾ کے ص ۵۸ پر درج فرمائی ہے۔ اور جس کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہونا چاہئے۔ (دیکھیں عبارت ۳۷)

(۳) حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کا فتوی جو ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ کو تحریر کیا گیا۔ اس فتوی میں بھی کان میں دوا ڈالنے کو مفسد صوم قرار نہیں دیا گیا۔

(ان تمام امور پر غور کرنے کے بعد مجلس تحقیق مسائل حاضرہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کان کے اندر پانی، تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، الا یہ کہ کسی شخص کے کان کا پردہ پھٹا ہوا ہو اور پانی، تیل یا دوا وغیرہ اس کے حلق تک پہنچ جائے۔

البتہ اس کے باوجود اگر کوئی شخص قدیم جمہور فقہاء کے قول کے مطابق خود احتیاط کرے اور روزہ کی حالت میں کان کے اندر دوا ڈالنے کے بجائے افطار کے بعد تیل یا دوا وغیرہ ڈالے تو اس کے

Scanned with CamScanner

لئے ایسا کرنا بلاشبہ بہتر اور شبہ سے بعید تر ہوگا۔

١ ...... فی البخاری :

وقال انس : ان لی ابزنا اتقحم فیه وانا صائم –

٢ ...... و فی فتح الباری تحته، ٤ / ١٥٤ :

وکان الابزن کان ملآن ماء ، فکان انس اذا وجد الحر دخل فیه یتبرد به۔

٣ ...... وفی عمدة القاری تحته ، ١١ / ١٣ :

مطابقته للترجمة ظاهرة، لان الدخول فی الابزن فوق الاغتسال ، والابزن بفتح الهمزة ، وسکون الباء ، وفتح الزای ، وفی آخره نون ، وهو الخوض --- الخ ، قوله : (اتقحم فیه) ای ادخل --- الخ قوله : (وانا صائم) جملة حالیة ، وهذا التعلیق وصله قاسم بن ثابت فی غریب الحدیث له من طریق عیسی بن طهمان ، سمعت انس بن مالک رضی الله تعالی عنه یقول: ان لی ابزنا اذا وجدت الحر تقحمت فیه وانا صائم –

٤ ...... وفی الدرالمختار، ٢ / ٣٩٦:

(او دخل الماء فی اذنه وان کان بفعله) علی المختار –

٥ ...... وفی الشامیة تحته :

والحاصل الاتفاق علی الفطر بصب الدهن ، وعلی عدمه بدخول الماء –

٦ ...... وفی فتاوی قاضی خان مع الهندیة ، ١ / ٢٠٩

ولو خاض الماء فدخل الماء اذنه لا یفسد صومه –

٧ ...... وفی المغنی لابن قدامة ، ٤/ ٣٥٧:

فاما الخوض فی الماء فقال احمد فی الصائم ینغمس فی الماء : اذا لم یخف أن یدخل فی مسامعه ، وکره الحسن والشعبی ان ینغمس فی الماء خوفا ان یدخل فی مسامعه ، فان دخل فی مسامعه فوصل الی دماغه من الغسل

المشروع ، من غیر اسراف ولا قصد فلا شیء علیه ، کمالو دخل الی حلقه من المضمضة فی الوضوء ، وان غاص فی الماء او اسرف او کان عابثا فحکمه حکم الداخل الی الحلق من المبالغة فی المضمضة والاستنشاق ، والزائد علی الثلاث ، والله اعلم

٨ ...... وفی الدرالمختار ، ٢ / ٣٩٦:

(او دخل الماء فی اذنه و ان کان بفعله) علی المختار ...... (لم یفطر)

وفی الشامیة تحته : قوله : (وان کان بفعله) اختاره فی الهدایة والتبیین ، وصححه فی المحیط ، وفی الولوالجیة : انه المختار ، و فصل فی الخانیة بانه ان کان دخل لا یفسد ، وان ادخله یفسد فی الصحیح ، لانه وصل الی الجوف بفعله ، فلا یعتبر فیه صلاح البدن و مثله فی البزازیة ، واستظهره فی الفتح والبرهان، شرنبلالیة ملخصاً

٩ ...... وفی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ١ / ٤٥٠

قوله (علی المختار) اختاره فی الهدایة ، وصرح به الولوالجی ، وفی الخانیة : التفصیل بین الدخول والادخال ، فصحح الفساد فی الثانی ، ورجحه الکمال ، فتحصل ان فی الفساد بادخال الماء بفعله قولین ، مصححین ، فالاحوط تجنبه نهاراً واذا وقع یمیل اذنه الی الماء –

١٠ ...... وفی البحر الرائق ٢ / ٢٧٩:

واطلق فی الاقطار فی الاذن ، فشمل الماء والدهن ، وهو فی الدهن بلاخلاف ، واما الماء فاختاره فی الهدایة عدم الافطار ، سواء دخل بنفسه او ادخله ، وصرح الولوالجی بانه لا یفسد صومه مطلقا ، علی المختار ، وعللا بانه لم یوجد الفطر صورة ولا معنی ، لانه مما لا یتعلق به صلاح البدن بوصوله الی الدماغ ، وجعل السعوط کالاقطار فی الاذن ، وصححه فی

Scanned with CamScanner

المحيط ، وفى فتاوى قاضيخان انه ان خاض الماء فدخل اذنه لايفسد ، وان صب الماء فى اذنه فالصحيح انه يفسد ، لانه وصل الى الجوف بفعله ، ورجح المحقق فى فتح القدير ، وبهذا يعلم حكم الغسل ، وهو صائم اذا دخل الماء فى اذنه —

١١ — وفى بهشتى زيور ص ٢٢٩:

اور اگر کان میں پانی ڈالا ، تو روزه نهيں گيا —

١٢ — وفى المبسوط للسرخسى ٣ / ٦٧ —

والاقطار فى الاذن كذلك يفسد لانه يصل الى الدماغ والدماغ احد الجوفين -

١٣ — وفى كتاب الاصل للامام محمد ٢ / ٢١٢ —

قال ابو حنيفة : السعوط والحقنة فى شهر رمضان يوجبان القضاء ، ولا كفارة عليه ، وكذلك ما اقطره فى اذنه

١٤ — وفى حاشية الطحطاوى على الدرالمختار ١ / ٤٥٣:

قوله : (دهنا) انما ذكر الدهن لانه لا خلاف فى الاقطار به —

١٥ — وفى شرح المهذب ٦ / ٣١٥:

لو اقطر فى اذنه ماء ، او دهنا او غيرهما فوصل الى الدماغ فوجهان ; اصحهما يفطر ، وبه قطع المصنف والجمهور لماذكره المصنف —

١٦ ---- وفى المدونة الكبرى ١ / ٢٦٩:

فهل كان مالك يكره ان يصب فى اذنيه الدهن فى رمضان ؟ فقال ان كان يصل ذلك الى حلقه فلا يفعل ، قال ابن القاسم : وقال مالك : فان وصل الى حلقه فعليه القضاء ، قال ابن القاسم : ولا كفارة عليه ، وان لم يصل الى حلقه فلا شىء عليه —

١٧ ...... وفى الكافى ١ / ٣٥٢:

او قطر فى اذنه فوصل الى دماغه ، او داوى مامومه بما يصل اليه فافطر —

١٨ — وفى المنهاج مع زادالمحتاج ١ / ٥١٣

والتقطير فى باطن الاذن ...... مفطر فى الاصح

١٩ — وفى الهداية ٢ / ٢٦٣ (ادارة القرآن) .

ومن احتقن ، او استعط ، او اقطر فى اذنه افطر ، لقوله ﷺ الفطر مما دخل ، ولوجود معنى الفطر ، وهو وصول ما فيه صلاح البدن الى الجوف

٢٠ — وفى المبسوط للسرخسى ٣ / ٦٧

والاقطار فى الاذن كذلك يفسد ، لانه يصل الى الدماغ والدماغ احد الجوفين —

٢١ — وفى الكنز مع التبيين ٢ / ١٨١ (بيروت)

وان احتقن ، او استعط ، او اقطر فى اذنه ، او داوى جائفة او آمة بدواء يصل الى جوفه او دماغه افطر —

٢٢ — وفى التهذيب ٣ / ١٦١

فرع من هذا اذا اكل شيئا متعمدا ...... او قطر شيئا فى انفه او اذنه حتى وصل الى الدماغ — فسد صومه

٢٣ — وفى كشاف القناع ٢ / ٣٧١

(او قطر فى اذنه ما يصل الى دماغه) لان الدماغ احد الجوفين ، فلو اصل لم يغذيه ، فافسد الصوم —— الخ

٢٤ — وفى البدائع ٢ / ٩٣ :

ما وصل الى الجوف او الى الدماغ من المخارق الاصلية كالانف ، والاذن والدبر بان استعط او احتقن او اقطر فى اذنه ، فوصل الى الجوف او الى الدماغ فسد صومه ، اما اذا وصل الى الجوف فلاشك فيه ، لوجود الاكل من

حيث الصورة ، وكذا اذا وصل الى الدماغ ، لان له منفذا الى الجوف، فكان بمنزلة زاوية من زوايا الجوف

٢٥ ـ ...... وفى البحر ٢ / ٢٧٨ :

وقوله : ﴿الى جوفه﴾ عائد الى الجائفة ، وقوله : ﴿الى دماغه﴾ عائد الى الآمة ، وفى التحقيق ان بين الجوفين منفذا اصليا، فما وصل الى جوف الراس يصل الى جوف البطن ، كذا فى النهاية والبدائع.

٢٦ ...... وفى الهداية ١ / ٢٢٠

ولو اقطر فى احليله لم يفطر عند ابى حنيفة رحمه الله ، وقال ابويوسف : يفطره ، وقول محمد مضطرب فيه ، فكانه وقع عند ابى يوسف ان بينه و بين الجوف منفذا، ولهذا يخرج منه البول ، ووقع عند ابى حنيفة ان المثانة بينهما حائل ، والبول يترشح منه ، وهذا ليس من باب الفقه .

٢٧ ...... وفى البناية تحت قول الهداية ١ / ١٣٤

قوله : (وهذا ليس من باب الفقه) يعنى ليس هذا الخلاف لهذه الصورة متعلقا بباب الفقه ، بل هو متعلق باصطلاح اهل تشريح الابدان من الحكماء فلذلك توقف محمد لانه اشكل عليه امره ، فاضطرب قوله فيه .

٢٨ ...... وفى فتح القدير : ٢ / ٢٦٧

يفيد انه لا خلاف لو اتفقوا على تشريح هذا العضو ، فان قول ابى يوسف بالافساد انما هو بناء على قيام المنفذ بين المثانة والجوف فيصل الى الجوف ما يقطر فيها ،وقوله : ﴿بعدمه﴾ بناء على عدم الوصول يترشح من الجوف الى المثانة ، فيجتمع فيها ، اوالخلاف

مبنى على أن هناك منفذا مستقيما او شبه الحاء ، فيتصور الخروج ولا يتصور الدخول لعدم الدافع الموجب له ، بخلاف الخروج ، وهذا اتفاق منهم على

اناطة الفساد بالوصول الى الجوف ويفيد انه اذا علم انه لم يصل بعد بل هو فى قصبة الذكر لا يفسد وبه صرح غير واحد .

٢٩ ...... وفى التبيين ٢ / ١٨٣ :

قال رحمه الله : (وان اقطر فى احليله لا) اى لا يفطر ، سواء اقطر فيه الماء او الدهن ، وهذا عند ابى حنيفة ، وقال ابويوسف : يفطره ، وهو رواية عن ابى حنيفة و محمد توقف فيه ، وقيل هو مع ابى يوسف ، والاظهر انه مع ابى حنيفة وهذا الاختلاف مبنى على انه هل بين المثانة والجوف منفذام لا ؟ وهو ليس باختلاف على التحقيق ، والاظهر انه لا منفذ له ، وانما يجتمع البول فيها بالترشح ، كذا يقول الاطباء

٣٠ ...... وفى شرح المهذب ٦ / ٣١٥

لو اقطر فى اذنه ماء او دهنا او غيرهما فوصل الى الدماغ فوجهان ، اصحهما يفطر ، وبه قطع المصنف والجمهور لما ذكره المصنف ، والثانى لا يفطر ، قاله ابو على السنجى ـ بالسين المهملة المكسورة وباالجيم ـ والقاضى حسين ، والنورانى ، وصححه الغزالى كالاكتحال ، وادعوا انه لا منفذ من الاذن الى الدماغ ، وانما يصله بالمسام كالكحل ، وكمالوا دهن بطنه فإن المسام يتشربه ولا يفطر .

٣١ ...... وفى الشرح الزرقانى ٢ / ٢١٢

(و) لاقضاء فى (حقنة احليل) ولو بمائع وهو بكسر الهمزة

ثقب الذكر ، اما فرج المراة فيجب عليها القضاء بحقنتها منه ان وصل للمعدة (ودهن جائفة) لانه لا يدخل مدخل الطعام والشراب ، ولو وصل اليه مات من ساعته قاله ابن يونس .

٣٢ ...... وفى حاشية البنانى ٢ / ٢١٢ ، تحت قول المختصر

﴿وحقنة فى احليل﴾ قول ز (واما فرج المراة الخ) اعترضه ابو على بان فرج المراة ليس متصلاً بالجوف، فلا يصل منه شيء اليه

٣٣ ...... وفى المدونة ١ / ١٩٨

قلت : ارايت من كانت به جائفة، فداواها بدواء مائع او غير مائع، ماقول مالك فى ذالك ؟ قال : لم اسمع من مالك فيه شيئاً، قال : ولا ارى عليه قضاء ولا كفارة، لان ذلك لا يصل الى مدخل الطعام والشراب، ولو وصل ذلك الى مدخل الطعام لمات من ساعته.

٣٤ ...... وفى هامش الموجز المحشى ص ٢٤٧

قوله : (من وسخ) وهو عبارة عن فضلات غليظة يدفعها الطبيعية من وسط الدماغ الى تجويف الاذن، ويجتمع فيها شيئا فشيئا ليقتل بمرارتها مايدخل فى الاذن من الهوام، وليلتزق بها الاجسام الغريبة المختلطة بالهواء النافذ فى الصماخ، فيتصفى الهواء، فاذا كثر لوسخ وجف، وتصلب بحرارة الهواء وبطول اللبث سدالمجرى و منع الهواء الحامل للصوت عن الوصول الى عصب السمع.

٣٥ ...... وفى ضابط المفطرات فى مجال التداوى ص ٥٤.

الاصل الاول : اتفقت المذاهب الاربعة على ان الفطر انما يحصل اذا وصل الشئى المفطر الى الجوف المعتبر من المنفذ المعتبر، ولا فطر اذا لم يصل اليه، ولا اذا وصل اليه من منفذ غير معتبر.

٣٦ ...... وفيه ايضاص ١٢

ثم الذى يتحصل من كلام الفقهاء والجزئيات المذكورة فى كتبهم انهم متفقون على ان ﴿فطر الصوم مما يصل الى الجوف﴾ لا يحصل الا باجتماع خمسة امور.

الاول : ﴿الجوف المعتبر﴾ فلا يحصل الفطر بما وصل الى داخل الجسم فى غير الجوف المعتبر.

والثانى : ﴿المنفذ المعتبر﴾ فلا يحصل الفطر بما وصل الى الجوف المعتبر من منفذ غير معتبر.

والثالث : ﴿الواصل المعتبر﴾ فلا فطر اذا كان الواصل اليه غير معتبر، اى شيئا غير مفطر، كما ياتى بيانه فى موضعه ان شاء الله تعالى.

والرابع : ﴿الوصول المعتبر﴾ فلا فطر اذا كان الوصول اليه غير معتبر، اى غير جامع لشروط الوصول التى ياتى بيانها فى موضعها، انشاء الله تعالى.

والخامس: ﴿ارتفاع الموانع المعتبرة﴾ فلافطر مع وجود مانع من الموانع المعتبرة من الفطر.

٣٧ ...... وفيه ايضاص ٥٨.

واما الاذن فلان الدواء او الماء او الدهن ونحوها لا تصل بالاقطار فيها الى الحلق اذا كانت طبلة الاذن سليمة غير مخرومة لان فتحة الاذن ليست بنافذة الى الحلق، لا مباشرة ولا بواسطة قناة او جوف آخر، الا اذا كانت الطبلة مخرومة.

وايضاحه ان الآذان ثلثة اقسام (١) الاذن الخارجية (٢) و الاذن الوسطى (٣) والاذن الداخلية، والطبلة حاجزة بين الاذن الخارجية والوسطى، وهى (اى الطبلة) غشاء مثل الجلد تماما فى تركيبها وما يقطر فى الاذن الخارجية لايصل الى الاذن الوسطى الا بتشرب المسام اذا كانت الطبلة سليمة غير مخرومة، فلا فيصل الى الحلق.

واما اذا كانت الطبلة مخرومة فان السوائل قديصل منها شئى يسير الى الاذن الوسطى، ومنها غير القناة السمعية البلعومية (قناة استاكيوس) إلى البلعوم

Scanned with CamScanner

﴿وحقنة فى احليل﴾ قول ز (واما فرج المراة الخ) اعترضه ابو على بان فرج المراة ليس متصلاً بالجوف ، فلا يصل منه شى ء اليه

٣٣ ...... وفى المدونة ١ /١٩٨

قلت : ارايت من كانت به جائفة ، فداواها بدواء مائع او غير مائع ، ماقول مالك فى ذالك ؟ قال : لم اسمع من مالك فيه شيئا، قال : ولا ارى عليه قضاء ولا كفارة ، لان ذلك لا يصل الى مدخل الطعام والشراب ، ولو وصل ذلك الى مدخل الطعام لمات من ساعته -

٣٤ ...... وفى هامش الموجز المحشى ص ٢٤٧

قوله : (من وسخ) وهو عبارة عن فضلات غليظة يدفعها الطبعية من وسط الدماغ الى تجويف الاذن ، ويجتمع فيها شيئا فشيئا ليقتل بمرارتها مايدخل فى الاذن من الهوام ، وليلتزق بها الاجسام الغريبة المختلطة بالهواء النافذ فى الصماخ ، فيتصفى الهواء ، فاذا كثر لوسخ وجف ، وتصلب بحرارة الهواء وبطول اللبث سدالمجرى و منع الهواء الحامل للصوت عن الوصول الى عصب السمع -

٣٥ ...... وفى ضابط المفطرات فى مجال التداوى ص ٥٤-

الاصل الاول : اتفقت المذاهب الاربعة على ان الفطر انما يحصل اذا وصل الشئى المفطر الى الجوف المعتبر من المنفذ المعتبر ، ولا فطر اذا لم يصل اليه ، ولا اذا وصل اليه من منفذ غير معتبر -

٣٦ ...... وفيه ايضاص ١٢

ثم الذى يتحصل من كلام الفقهاء والجزئيات المذكورة فى كتبهم انهم متفقون على ان ﴿فطر الصوم ممايصل الى الجوف﴾ لا يحصل الا باجتماع خمسة امور -

الاول : ﴿الجوف المعتبر﴾ فلا يحصل الفطر بما وصل الى داخل الجسم فى غير الجوف المعتبر -

والثانى : ﴿المنفذ المعتبر﴾ فلا يحصل الفطر بما وصل الى الجوف المعتبر من منفذ غير معتبر -

والثالث : ﴿الواصل المعتبر﴾ فلا فطر اذا كان الواصل اليه غير معتبر ، اى شيئا غير مفطر ، كما ياتى بيانه فى موضعه ان شاء الله تعالى -

والرابع : ﴿الوصول المعتبر﴾ فلا فطر اذا كان الوصول اليه غير معتبر ، اى غير جامع لشروط الوصول التى ياتى بيانها فى موضعها ، انشاء الله تعالى-

والخامس: ﴿ارتفاع الموانع المعتبرة﴾ فلافطر مع وجود مانع من الموانع المعتبرة من الفطر -

٣٧ ...... وفيه ايضاص ٥٨-

واما الاذن فلان الدواء او الماء او الدهن ونحوها لا تصل بالاقطار فيها الى الحلق اذا كانت طبلة الاذن سليمة غير مخرومة لان فتحة الاذن ليست بنافذة الى الحلق ، لا مباشرة ولا بواسطة قناة او جوف آخر ، الا اذا كانت الطبلة مخرومة -

وايضاحه ان الآذان ثلثة اقسام (١) الاذن الخارجية (٢) و الاذن الوسطى (٣) والاذن الداخلية ، والطبلة حاجزة بين الاذن الخارجية والوسطى ، وهى (اى الطبلة) غشاء مثل الجلد تماما فى تركيبها وما يقطر فى الاذن الخارجية لايصل الى الاذن الوسطى الا بتشرب المسام اذا كانت الطبلة سليمة غير مخرومة ، فلا فيصل الى الحلق -

واما اذا كانت الطبلة مخرومة فان السوائل قديصل منها شئى يسير الى الاذن الوسطى ، ومنها غير القناة السمعية البلعومية (قناة استاكيوس) إلى البلعوم

Scanned with CamScanner

الانفی ومنه الی الحلق ، کما فصله الدکتور محمد علی البار فی بحثه ص ۱۲، ۱۴، ٤٣، فحینئذ یکون ذلك سببا للافطار و افساد الصوم۔

واما الاحلیل ، فقد قدمنا وجهه فی بحث ﴿الجوف المعتبر﴾ وحاصله : ان ما یقطر فی الاحلیل لا یصل الی المثانة ، وهی جوف غیر معتبر عند الحنفیة، ولهذا لم یعتبر الاحلیل ابو حنیفة و موافقوه۔

یہ ﴿تحریر مجلس تحقیق مسائل حاضرہ﴾ کے اجلاس منعقدہ ۲۰ شعبان ۱۴۲۲ھ بروز بدھ میں پڑھ کر سنائی گئی۔ اور ترمیم واضافہ کے بعد اس کو آخری شکل دیتے ہوئے مندرجہ ذیل تمام شرکاء نے ان کی تصدیق کی اور اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ واللہ وسبحانہ اعلم

کتبه

العبد الفقیر الی الله تعالی

احقر محمود اشرف غفر الله له

١ ۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلهم

٢ ۔ حضرت مولانا مفتی محمدتقی عثمانی صاحب مدظلهم

٣ ۔ حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب مدظلهم

٤ ۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلهم

٥ ۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب مدظلهم

٦ ۔ حضرت مولانا مفتی عبدالله صاحب مدظلهم

٧ ۔ حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب مدظلهم

٨ ۔ حضرت مولانا مفتی محمد کمال الدین صاحب مدظلهم

٩ ۔ حضرت مولانا مفتی تفضل شاہ صاحب مدظلهم

١٠ ۔ حضرت مولانا زبیر اشرف صاحب مدظله

١١ ۔ مولانا عمران اشرف صاحب مدظله

١٢ ۔ مولانا یحی صاحب مدظله

١٣ ۔ مولانا عصمت الله صاحب مدظله

١٤ ۔ مولانا حنیف خالد صاحب مدظله

١٥ ۔ مولانا زبیر شمسی صاحب مدظله

١٦ ۔ مولانا حسین احمد صاحب مدظله

١٧ ۔ مولانا یعقوب صاحب مدظله

١٨ ۔ مولانا افتخار بیگ صاحب مدظله

١٩ ۔ مولانا احسان کلیم صاحب مدظله

٢٠ ۔ مولانا خلیل احمد صاحب مدظله

٢١ ۔ مولانا سلیمان لدهیانوی صاحب مدظله

٢٢ ۔ مولانا یاسر عرفات صاحب مدظله

جامعہ خیر المدارس ملتان کا فتویٰ

(افطار کا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . اما بعد

فی کتاب الاصل لمحمد قال ابو حنیفۃ السعوط والحقنۃ فی شہر رمضان یوجبان القضاء ولاکفارۃ علیہ وکذلک ماأقطر فی اذنہ (صفحہ ۲۱۲ جلد ۱)

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، ابویوسف، امام محمد، امام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کان میں دوائی یا تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ائمہ احناف سے لیکر گزشتہ صدی تک کے تمام فقہاء احناف (مجتہدین فی المسائل، اصحاب تخریج، اصحاب تمیز، اصحاب ترجیح وغیرہم) کا اس مسئلہ بالا کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

علاوہ ازیں احناف کے تمام متون وشروح اور کتب فتاویٰ قدیم وجدید سب کا اس پر اتفاق واتحاد ہے کہ کان میں دوائی یا تیل ڈالنا مفطر صوم ہے۔

۲۔ علامہ شامی لکھتے ہیں۔ والحاصل الاتفاق علی الفطر بصب الدھن (صفحہ ۳۲۷ جلد ۳)

حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ او اقطر فی اذنہ اتفاقاً ای یفطر اتفاقاً . وفی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار قولہ وھذا انما ذکر الدھن لانہ لاخلاف فی الافطار بہ (صفحہ ۳۵۳)

صرف احناف ہی نہیں بلکہ مذاہب اربعہ اور جمہور فقہاء کی نصوص کے مطابق کان میں دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم کراچی)

(۳۔ مسئلہ ہذا پر تیرہ صدیوں کے ائمہ کرام اور فقہاء عظام کے اس اتفاق واجماع کے بعد ہمارے لئے کسی اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ تسلیم واتباع ہی صحیح محتاط راستہ ہے۔ اپنے ائمہ ثلاثہ میں

مسئلہ ہذا کے بارے میں کوئی اختلاف ہوتا یا ان کے تلامذہ میں نیچے تک کسی کا اختلاف پایا جاتا تو کسی درجہ میں کچھ کلام کی گنجائش تھی، لیکن اتفاق بالا کے بعد قواعد شرعیہ کی روشنی میں علمی لحاظ سے اس متفق علیہ مسئلہ سے انحراف کی قطعاً گنجائش نہیں۔ آخر ائمہ ثلاثہ اور فقہائے متقدمین ومتاخرین سب کی تغلیط کیسے کر دی جائے؟

۴۔ خصوصاً جبکہ ائمہ کرام اور فقہائے عظام کے متفقہ فیصلہ کے مقابلہ میں کوئی نقل صریح بھی پیش نہیں کی گئی جبکہ اجماعی مسئلہ اور نقل صریح کے مقابلہ میں قواعد سے استدلال درست نہیں بلکہ اس کے مقابلہ میں نقل صریح کا ہونا ضروری ہے لیکن اس قاعدہ کے برعکس اس کے لئے صریح جزئیہ پیش نہیں کی گئی بلکہ قواعد سے استدلال کیا گیا ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے: فحکام الشرع مالم یقضوا علی نقل صریح لا یحکمون بمجرد الاستناد الی واحدۃ من ھذہ القواعد (المجلۃ)

۵۔ اہل علم پر مخفی نہیں کہ محقق ابن الھمامؒ جیسے شخص کی مخالف مذہب ابحاث کو اکابر نے رد کر دیا ہے اور مذہب منقول کو برقرار رکھا ہے۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا فرماتے ہیں۔ لا عبرۃ بابحاث شیخنا التی تخالف المذھب (شرح عقود رسم المفتی، صفحہ ۱۷)

علامہ شامی ایک مقام پر لکھتے ہیں والبحث فی المنقول غیر مقبول.

۶۔ خصوصاً جبکہ مسئلہ ہذا کے تبدیل کرنے کے لئے کوئی مقتضی الجاء یا اضطرار بھی نہیں پایا جاتا کہ ضرر عام یا ضرر خاص کی کوئی صورت پیدا ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں ائمہ کرام اور فقہاء عظام کی مخالفت کیوں مول لی جائے؟

۷۔ رہی علم التشریح کی بات۔ سو اولاً تو کان کے مسئلہ میں کسی معتبر امام یا فقیہ نے اسے چیز اہم سمجھا ہو نہ اسے مدار مسئلہ قرار دیا ہے تو ہم ان اکابر کی کفش برداری کرنے والوں کے لئے اس میں کیا گنجائش تھی کہ ہم بھی طریق تسلیم واتباع کو اپناتے۔ اگر اس عدم تحقیق پر اکابر مواخذہ سے بچ جاتے تو ہم بھی ان شاء اللہ سالم رہ جائیں گے۔

۸۔ یہاں پر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کان مثانے کی طرح کوئی پوشیدہ عضو نہیں کہ اس میں منفذ نہ ہونے کا اختلاف ہو اور یہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اس میں پردہ ہوتا ہے۔ آخر کوئی بات تو ہے

کہ سب فقہاء اس مسئلہ میں تحریری بحث سے خاموش ہیں۔ لیکن کان میں دوائی ڈالنے کو تمام مفسد صوم قرار دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ شافعیہ نے خود کان کے اندر کو جوف قرار دیا ہے۔ لکھا ہے کہ اگر کان کے تنکا کو تنکا اور پھر اس میں داخل کر دیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (شامیہ صفحہ ۲۹)

۹۔ معلوم ہوتا ہے کہ کان میں جذب کی غیر معمولی قوت پائی جاتی ہے۔ تجربہ ہے کہ بعض مریض کے کان میں دوائی ڈالتے ہی فوراً پکڑ آ جاتا ہے۔ گویا کہ دوائی سیدھی دماغ میں ڈالی گئی ہے۔ بعض احباب کا ذاتی تجربہ یہی ہے۔

۱۰۔ پس بعض امور میں اگر باطن کان کو جوف کا حکم دے دیا جائے تو گنجائش ہے جیسا کہ شافعیہ اس کے قائل ہیں کہ ماء وصخ کو مفسد صوم قرار دیتے ہیں۔ نیز صاحب ہدایہ اور قاضی خان نے باطن کان پر جوف کا اطلاق کیا ہے۔ (۱) او اقطر فی اذنه افطر لقوله علیه السلام الفطر مما دخل لوجود معنى الفطر وهو وصول مافيه صلاح البدن الى جوف (هدایه)

(۲) وان صب الماء فيها اختلفوا فيه والصحيح هو الفساد لانه موصل الى الجوف بفعله فلا يعتبر فيه صلاح البدن كما لو ادخل خشبة في دبره و غيبها الى اخر كلامه (فتح القدير عن الخانيه، صفحه ۲۷)

۱۱۔ داخل فرج میں دوائی یا روئی رکھنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے حالانکہ عدم اتصال بالمعدہ کی وجہ سے یہ دوائی معدہ میں نہیں پہنچتی۔ جیسا کہ ابو علی دقاق نے یہ اعتراض کیا ہے۔ واما فرج المرأة اعترضه ابو علی بان فرج المرأة ليس متصلا بالجوف فلا يصل منه شئ اليه (حاشیه البنائی، صفحه ۲۱۲ جلد ۲)

فرج داخل میں دوائی یا روئی رکھنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اس میں وصول الی المعدہ کو شرط قرار نہیں دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ خود فرج داخل ہی کو من جہۃ جوف کا حکم دے دیا گیا۔ اسلئے علامہ شامی لکھتے ہیں قلت الاقرب التخلص بان الدبر والفرج الداخل من الجوف (صفحہ ۱۰۰ جلد ۲)

یہی صورت حالت استنجاء فی الدبر کی ہے کہ محض روئی یا لکڑی دبر میں داخل کرنے ہی سے روزہ فاسد ہو

جائے گا جبکہ وہ غائب ہو جائے۔ اس کا معدے تک پہنچنا شرط نہیں۔ معلوم ہوا کہ اندرون دبر کو فی ذاتہ جوف قرار دیا گیا۔ کما فی الدر المختار او ادخل عودا فی مقعدته و طرفه خارج او ان غیبه فسد (صفحه ۹۹) اور فتح القدیر میں ہے۔ او احتشت فی فرجها الداخل فسد (صفحه ۲۶۶)

۔ ان الفقهاء متفقون على ان فطر الصوم مما يصل الى الجوف الخ

ہمارے فقہاء کرام نے اس ضابطے کا ضرور ذکر کیا ہے لیکن عملی طور پر یہ ضابطہ فقہاء ہی کے کلام سے منقوض ہے جبکہ دار العلوم کے جواب کا سارا دارومدار اسی ضابطہ پر ہے۔ جب یہ ضابطہ منقوض ہوا تو اس کا ایک جز بھی مسلم نہیں رہے گا۔ لہٰذا کان کے بارے میں اسے عام رکھتے ہوئے غیر معصوم کے کرام فقہائے عظام علماء دیوبند کی تغلیط جائز نہ ہوگی۔ بلا کسی اختلاف کے حضرات فقہاء نے احتشاء فی الدبر اور احتشاء فی الفرج الداخل کو مفسد صوم قرار دیا ہے۔ اگرچہ وصول الی الجوف بالمعدہ نہ ہوا ہو۔

جیسے احتشاء کے دونوں مسائل میں وصول الی الجوف کے بغیر ہی فساد صوم کا حکم لگا دیا ہے اسی طرح کان کے مسئلے میں بھی اگر دوائی ڈالنے کی صورت میں حسب تصریح ائمہ کرام فساد صوم کو تسلیم کر لیا جائے تو اس پر بھی کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہئے ورنہ وجہ فرق بیان کی جائے۔

۔ نیز سابقہ یہ امر قطعی ہے کہ کان کے مسئلے میں دوائی بالآخر یقیناً دماغ تک پہنچ جاتی ہے اور حقنے کے مسائل میں روئی یا لکڑی انتڑیوں یا معدے میں اولاً تو قرار یقیناً پہنچتی ہی نہیں بلکہ مقعد سے باہر رہتی ہے پس اگر یہاں فساد صوم ہے تو کان کے مسئلے میں بطریق اولیٰ فساد صوم ہونا چاہئے۔

۔ نوٹ۔ مسائل شرعیہ کے بارے میں اصل حجت متون معتبرہ ہیں اور متون میں صرف مسائل منقول ہوتے ہیں اور ان مسائل کی تعلیلات عموماً متاخرین کی علمی کاوشوں کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجتہد کا قول بلا دلیل ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ متاخرین کی بیان کردہ علت سے مجتہد کا مستند علی الاطلاق متفق ہونا ضروری نہیں۔ مقلد کے لئے مسائل مجتہد حجت ہیں تعلیلات متاخرین نہیں کیونکہ (۱) ہم امام اعظمؒ کے مقلد ہیں (۲) ان تعلیلات و تخریجات میں

اختلاف ہوتا رہتا ہے (۳) نیز ہر مقام پر ان کی کلیت بھی مسلم نہیں ہوتی - مثلاً فساد صوم کے مسئلے میں جو ضابطہ و تعلیل فقہی بیان کی جاتی ہے اس کی کلیت منقوض ہے - جب کلیت محل نظر ٹھہری تو اس سے استدلال کیونکر ہو سکتا ہے - شارح حضرات ان تعلیلات پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں لیکن اصل مسائل کو قائم رکھتے ہیں - مسائل کو تبدیل نہیں کر دیتے - اگر کوئی صاحب اس حقیقت کا واضح اور مفصل نقشہ ملاحظہ فرمانا چاہے تو اسے تکملہ فتح القدیر میں علامہ قاضی زادہؒ کی جروحات کا مطالعہ فرمانا چاہئے -

بہت کم تعلیلات فقہیہ ان کی جرح سے محفوظ رہی ہوں گی - چنانچہ اپنی شرح کے آخر میں لکھتے ہیں ـــ

هذا آخر ما تيسرلنا من شرح الهداية ...... وسميته نتائج الافكار فى كشف الرموز والاسرار لاشتماله على ثلاثة آلاف من التصرفات التى لم يسبقنى اليها احد من الثقات ذلك فضل الله يوتيه من يشاء تکملہ کی اس ایک جلد میں تین ہزار مقامات پر عموماً تعلیلات فقہیہ پر کلام کیا گیا ہے - (صفحہ ۴۵۱) لیکن مذہب منقول کے کسی ایک مسئلہ کی بھی تغلیط نہیں کی -

۱۵ ...... خود فساد صوم کے مسئلے میں ایسا ہی واقع ہوا ہے - احتشاء کے دونوں مسائل کو جب بعض شراح نے خلاف ضابطہ خیال فرمایا تو محقق ابن الہمامؒ نے انکی ایک توجیہ کی لیکن علامہ شامیؒ کے نزدیک وہ محل نظر تھی تو انہوں نے ان دونوں مسئلوں کی دوسری توجیہ بیان فرمائی اور اسے اقرب قرار دیا - غور فرمائیں کہ یہ حضرات توجیہ کے راستے کو اختیار کر رہے ہیں لیکن سرے سے مسئلے ہی کو غلط قرار دے دیں اور مسئلے کو تبدیل کر دیں ایسا ہرگز نہیں کیا - کوئی تیسرا فقیہ آئے گا تو وہ بھی ان مسائل میں تغلیط مجتہدین کے بجائے توجیہ ہی کا راستہ اختیار کرے گا -

اسی طرح کان کے مسئلے میں سمجھ لینا چاہئے اولاً تو کسی فقیہ نے اسے خلاف ضابطہ قرار نہیں دیا اگر بالفرض ہو بھی تو توجیہ کا راستہ اختیار کرنا چاہئے نہ کہ تغلیط کا - **الاتباع اولى من الابتداع - هذا ما عندنا والله تعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والماب -**

نوٹ ...... فتوی دار العلوم میں قدیم اطباء کے نزدیک کان میں سوراخ ہونے کی بات ذکر کی گئی ہے لیکن اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا اور ہمیں بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا - بظاہر یہ خیال محض ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں اور اگر بالفرض قدیم اطباء سوراخ کے قائل بھی ہوں تو صرف اتنا ہی کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ امام اعظمؒ، امام ابو یوسف وغیرہ ائمہ کرام نے اس مسئلہ میں قدیم اطباء سے استفادہ بھی کیا ہے اس لئے ائمہ کرام غلطی کا شکار ہو گئے حالانکہ دونوں باتیں ثابت نہیں - نہ قول اطباء اور نہ استفادہ ائمہ - یہی وجہ ہے کہ پورے ذخیرہ کتب احناف میں کہیں کان کے سوراخ کا تذکرہ تک موجود نہیں - پس اجتہاد ائمہ کو خواہ مخواہ کان کے سوراخ پر مبنی قرار دینا محض بے دلیل ہے -

(نیز صدیوں سے ائمہ کرام، فقہائے عظام اور علمائے ذیشان کے نزدیک زیر بحث مسئلہ ایسے اتفاق سے ثابت ہے کہ ہمارے بیسیوں فتوے جسے توڑنے کے لئے ناکافی ہیں - ائمہ کرام مسائل فقہیہ کے بارے میں مضبوط اتھارٹی ہیں - ہماری علمی کاوشیں محض بحث کا درجہ رکھتی ہیں - ان سے امت کے لئے مسئلے کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا - لاعبرۃ بابحاث خصوصاً جبکہ جدید اجتہاد کی ضرورت مفقود ہے اور یہ خلاف احتیاط بھی ہے کیونکہ اگر کسی نے اصل مسئلہ پر عمل کرتے ہوئے کان میں تیل ڈالنے کو شام تک موخر کر دیا تو کیا نقصان ہوا؟ افطار کے بعد ہر طرح کی دوائی وغیرہ کی اجازت ہے، روزہ یقیناً ادا ہو گیا ہے اور اگر کسی نے جدید اجتہاد کی بنا پر کان میں دوائی ڈال لی تو ائمہ کرام کے نزدیک تو روزہ ٹوٹ گیا اور جدید مسئلہ کے مطابق نہیں ٹوٹا - تو روزے کا ادا ہو جانا مشکوک ہو جائے گا - ائمہ کرام کے نزدیک اس کی قضا واجب اور ہمارے نزدیک قضاء واجب نہیں - پس احتیاط اسی میں ہے کہ وہ صورت اختیار کی جائے جس میں مکلف کا ذمہ اس فرض صوم سے یقیناً سبکدوش ہو جائے - اس کی ذمہ داری تو ائمہ کرام پر ہے اور جدید مسئلے میں امت کے ایسے روزوں کی ذمہ داری کا بوجھ کون اٹھائے گا؟)

دار العلوم کے فتوی میں بعض دوسرے نقاط بھی محل نظر ہیں - تطویل کے خوف سے انہیں ذکر نہیں کیا جاتا

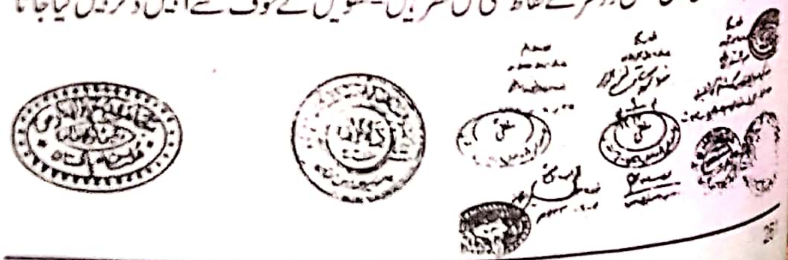

Scanned with CamScanner

جامعہ عثمانیہ پشاور کا فتوی (افطار کا)

الجواب وباالله التوفيق

کان میں دوا ڈالنے سے روزہ کے افطار اور عدم افطار کے بارے میں دونوں جوابات کا مطالعہ کیا ﴿مجلس تحقیق مسائل حاضرہ﴾ کے جواب عدم افطار کی بنیادی وجہ دوائی کا دماغ یا معدہ میں عدم وصول ہے۔ جدید تحقیق کی رو سے کان سے کوئی ایسا راستہ نہیں جاتا کہ کان میں دوائی ڈالنے سے یہ دوا دماغ یا معدہ تک پہنچ کر روزہ ٹوٹنے کا سبب ثابت ہو۔ جبکہ دوسرے حضرات جمہور فقہاء کی رائے پر کسی رائے زنی کو مناسب نہیں سمجھتے۔ خاص کر اضطرار کی کوئی ایسی حالت نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے ہمیں جمہور فقہاء کی متفقہ رائے چھوڑنا پڑے۔

(اس میں کوئی شک نہیں کہ جدید علم تشریح کی روشنی میں کان کے بیرونی حصہ سے حلق تک رسائی کا کوئی راستہ نہیں پایا جاتا اور نہ دماغ تک رسائی کے لئے کوئی سوراخ موجود ہے بلکہ کان کے بیرونی اور درمیانی حصہ کے مابین پردہ ہے جو عام حالات میں بند رہتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ یہ پردہ جب کبھی پیپ نکلنے سے متاثر ہو تو پھر درمیان کان کا راستہ کھل جاتا ہے اور درمیان کان کا حلق اور ناک کے ساتھ تعلق قائم ہے۔ کیونکہ درمیان کان سے ایک نالی ناک کے پیچھے حصہ میں کھل جاتی ہے۔ جس کے ذریعہ کان کے درمیانی حصہ تک ہوا کی آمد و رفت ہوتی ہے۔ تاہم کان کے اندرونی حصہ سے دماغ تک وصول کے لئے عام راستہ نہیں پایا جاتا۔ ظاہر ہے کہ کان میں جب پانی چلا جائے تو اس کا دائرہ بیرونی کان تک محدود رہتا ہے اس لئے فقہاء نے اس سے روزہ کے افطار کا حکم نہیں دیا لیکن کان میں جب دوائی ڈالی جاتی ہے تو فقہاء کرام افطار کے قائل ہیں۔ پانی اور دوائی کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے کہ پانی صحت مند آدمی کے کان میں چلا جاتا ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن دوائی کان میں اس وقت ڈالی جاتی ہے جب انسان کان میں کوئی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یہ تو ثابت ہے کہ بیماری کی حالت میں خاص کر جب پردہ پھٹ جائے تو درمیان کی نالی کے ذریعہ دوا حلق تک پہنچنے کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ شاید اس احتمال کی وجہ سے فقہاء کرام نے افطار کا حکم دے چکے ہوں۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ کان کے اندرونی حصہ کے ذریعہ دوائی کا وصول ایک باریک معاملہ ہے۔ اس میں بسا اوقات خود آدمی کو احساس ہی نہیں ہوتا ہے لیکن جب وصول کا احتمال پیدا ہو جائے تو افطار کے حکم کی گنجائش پیدا ہوتی ہے کیونکہ افطار کے لئے احتمال وصول بھی کافی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام ایک موقعہ پر فرماتے ہیں۔ ﴿او الفطر فيه باعتبار انه يعود شیء وان قل حتى لا يحس به (فتح القدير ج/۲ ص ۲۶۶)

ایسا ہی کان کے درمیانی حصہ سے دماغ تک رسائی کیلئے واضح منفذ نہ ہونے کی بناء پر افطار کا حکم رد کرنا بظاہر مناسب نہیں۔ ممکن ہے کہ باطنی معاملہ کی بناء پر رسائی کسی باریک ذریعہ پر مبنی ہو۔ جیسا کہ ظاہر بدن سے حرارت اور برودت مسامات کے ذریعہ اندرون بدن منتقل ہوتی ہے۔ لیکن اس میں رفع حرج کی خاطر افطار کا حکم نہیں پایا جاتا ہے اور اندرون کان میں افطار کا حکم دیا گیا ہو شاید یہی باریک بینی پر فقہاء کرام نے فتویٰ دیا ہو۔ چنانچہ ابو حنیفہ ؒ پیٹ یا سر کے زخم پر خشک اور مائع دوائی ڈالنے کی صورت میں تفرقہ کر کے مائع دوائی میں اسلئے افطار کے قائل ہیں کہ شاید دوائی زخم کی رطوبت سے خلط ہو کر پیٹ اور دماغ تک پہنچے حالانکہ یہاں پر بھی کوئی ظاہری منفذ نہیں پایا جاتا بلکہ درمیان میں کئی پردے حائل ہیں صرف احتمال ہی کی بنیاد پر افطار کا حکم دیا جاتا ہے چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

وله ان رطوبة الدواء تلاقی رطوبة الجراحة فيزداد ميلاً الى الاسفل فيصل الى الجوف (ہدایہ ج/۱ ص ۲۰۲)

اس لئے کان کی دوائی میں وصول کے اس احتمال کے باوجود افطار سے انکار قابل توجہ ہے۔ مزید براں کسی سائنسی تحقیق سے فقہاء کرام کے متفقہ فیصلہ سے روگردانی کرنے پر ایسا دروازہ کھل سکتا ہے جو کبھی بند نہیں ہوگا اور فقہاء کرام کی تحقیقات پر اعتماد کی فضاء باقی نہیں رہے گی اور عصر حاضر کے نام ونہاد تحقیق پرستوں کو ایک ایسا موقعہ ہاتھ آئے گا جس سے وہ فقہاء کرام کی ہر بات کو سائنسی تحقیقات پر پرکھنے کی کوشش کریں گے تحقیق کچھ بھی ہو لیکن فقہاء کرام کی عظمت ضرور متاثر ہوگی اور ہمارے پاس موجود فقہی ذخیرہ سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ نیز یہ بھی ہے کہ اگر آج ہم کسی ایک سائنسی تحقیق کی بناء پر فقہاء کرام کا متفقہ قول چھوڑ دیں تو کل اس پر دوسری تحقیق آسکتی ہے جس سے شاید موجودہ نظریہ کو خیر باد کہنا پڑے اس لئے شرعی احکام کو سائنسی تحقیقات پر مرتب کرنا مناسب نہیں۔ الا یہ کہ کوئی تائیدی صورت پیدا ہونے کا امکان ہو۔ بندہ کے خیال میں دوسری رائے یعنی کان میں دوائی ڈالنے سے روزہ کا ٹوٹنا راجح ہے اسی میں احتیاط ہے۔

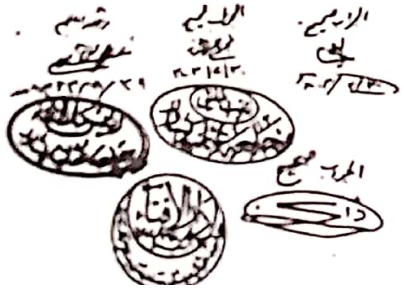

نئے عالمی نظام کی تشکیل

اور

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی کی روشنی میں

مفتی غلام الرحمٰن

۱۴، ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد کے ہالیڈے ہوٹل میں وفاقی وزارت مذہبی امور وحج کی جانب سے منعقدہ سیرت کانفرنس میں حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب کا پڑھا ہوا مقالہ ہے جو افادہ عامہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ العصر)

سرد جنگ کے خاتمہ سے جہاں کمیونزم کا سورج غروب ہوا۔ وہیں NEW WORLD ORDER کے ذریعے سے امریکہ کی خارجہ پالیسی مرتب ہو کر کرہ ارض پر بلاشرکت غیرے حکومت قائم کرنے کے ایجنڈے پر عملی اقدامات کا سلسلہ جاری ہے۔ نیا عالمی نظام ایک ایسے نظام کا خاکہ ہے جس میں امریکہ پوری دنیا کو ایک کالونی بنا کر ایک فاتح کی حیثیت سے بین الاقوامی معاملات میں نہ صرف اپنا عمل دخل بلکہ مکمل کنٹرول اور مانیٹرنگ کو استحقاق سمجھتا ہے۔ اقوام متحدہ کے قوانین جو بھی ہوں ان سے قطع نظر امریکہ معاشی وسائل پر غلبہ حاصل کر کے اقتصادی اور سیاسی میدان میں اپنا مکمل اختیار چاہتا ہے۔ کسی بھی ملک کے لئے معیشت میں خودمختاری یا وسائل کے آزادانہ استعمال کو امریکہ سے بغاوت کا مترادف سمجھتا ہے۔ یوں وہ چاہتا ہے کہ زندگی کے جملہ وسائل اس کے قبضہ میں آجائیں تو وہ کسی کا محتاج نہیں رہے گا۔ اور نہ کسی کو امریکہ کے حکم سے اعراض کی جرات ہوگی۔ نیا عالمی نظام وسائل اور دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کا ایجنڈا لیکر اسمیں مزاحمت کی ہر قوت کو کچلنا، وقت کی ضرورت اور موجودہ وقت میں اس کو بڑا انصاف سمجھتا ہے۔ جس میں فوجی کاروائی، مہلک ہتھیاروں کا استعمال اور انسانی خون سے کھیلنا کوئی جرم ہے اور نہ کوئی ظلم۔ چنانچہ افغانستان اور عراق کی داستان بطور تازہ ریکارڈ موجود ہے۔ جہاں کے تیل اور قدرتی وسائل پر قبضہ کے لئے کیا کچھ نہیں کیا گیا اور ظلم

...کونسا تجربہ نہیں آزمایا گیا۔

امریکہ کو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نظام کی کامیابی کے لئے واحد رکاوٹ اسلام اور سلمان ہیں۔ جو خدائے بزرگ و برتر کی توحید کا عقیدہ لیکر کسی غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے کو شرک اور ناقابل معافی جرم سمجھتے ہیں۔ اور غلبہ دین واسلام، قرآن کی رو سے ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ جبکہ امریکہ دینی اقتدار کا غلبہ اور کسی خطہ میں اسلامی نظام کی کامیابی کو اپنے نظام کے لئے موت سمجھتا ہے بلکہ اس کے خیال میں مسلمان قوم کا وجود ہی اس سامراجی نظام کے لئے خطرہ ہے۔ اس لئے تجزیہ نگاروں کا یہ نظریہ بالکل درست ہے کہ اشتراکیت کے خاتمہ کے بعد موجودہ عالمی نظام کی تشکیل ہی سلمانوں کے وجود کا صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ہے۔ پہلی جنگ عظیم سے اگر سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا۔ دوسری جنگ عظیم سے مغضوب علیہم قوم کو مستقل حکومت ولائی گئی تو سرد جنگ سے اشتراکیت کا خاتمہ اسلامی تشخص کو مٹانے کا پیغام ضرور ہونا چاہئے تاکہ آئندہ کے لئے کوئی اپنے آپ کو علانیہ طور پر سلمان کہنے کی جرات نہ کرے۔ افغانستان وعراق کے بعد اسلامی ممالک کی فہرست مرتب کر کے ترتیبی سلوک سے اندازہ ہوتا ہے کہ موجودہ نظام (ولا فعلها الله) ابرھہ کی تاریخ دہرانے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ لیکن موقعہ کی تلاش میں ہے۔ ممکن ہے سر دست مرکز اسلام پر براہ راست حملہ کا رد عمل ناقابل کنٹرول مسئلہ ثابت ہونے کی بناء پر کچھ وقت کے لئے موخر ہو۔ لیکن ستاون اسلامی ممالک میں سے اہم ممالک کے ساتھ ایک ایک کر کے نمٹنے کے بعد ایسی منحوس جرات کرنے میں آسانی رہے گی اور کسی کو اس کے خلاف آواز اٹھانے کا موقعہ نہ مل سکے گا۔

پس چہ باید کرد؟

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمان کو بحیثیت قوم کیا کرنا چاہئے؟ یہ فیصلہ موجودہ دور کے ارباب حل وعقد اور فہم و دانش کے لئے قابل غور ہے۔ کیا ہم عظمت رفتہ سے آنکھیں بند کر کے اسلاف کی تاریخ کو جذباتی رد عمل سمجھ کر بھول جائیں۔ ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی بجائے دوسروں کا دست نگر بن کر موت کا انتظار کر کے اپنا وقت پورا کرنا ہے۔ پھر تو ہمیں کسی محنت کی ضرورت نہ ہو صرف ایک غلط قربانی دینی ہوگی۔ کہ دینی حمیت چھوڑ کر الحاد و بے دینی کے سیلاب میں بہنے

والے خس وخاشاک کے ساتھ بہہ جائیں۔ہاں میں ہاں ملائیں۔شاید اس اقدام سے مسلمان روشن خیالی جمہوریت پسندی اور مہذب قوم ہونے کے تمغے مل سکیں۔لیکن اس وقت کیا ہم اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکیں گے یا نہیں؟ شاید ضمیر ہمیں خود اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی اجازت نہ دے اور ہمیں کوئی دوسرا نام رکھنے پر مجبور کرے کیونکہ یہ مسلمان قوم کا شیوہ نہیں اور نہ اس کی تخلیق اس لئے ہوئی ہے کہ وہ اپنا تشخص کھو کر صفحہ ہستی سے مٹ جائے۔

جب ہماری ثقافت اور تہذیب، ہمارا مذہب، عقیدہ ہمیں دنیا میں اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ زندہ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔تو پھر دنیا میں رہنے کے لئے اپنے اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے آنکھیں بند کرنے کی بجائے ایک واضح لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا۔کہ ہمیں دنیا میں بحیثیت مسلمان قوم اپنی مکمل اسلامی روایات کے ساتھ زندہ رہنا ہے۔اگر اس تشخص کے احیاء میں ہم کامیاب ہوں تو پھر عہد رفتہ کی تاریخ دہرانے کے لئے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں رہے گی اور اقوام عالم کی قیادت کی باگ ڈور ایک بار پھر مسلمان قوم کے حوالہ ہو سکے گی۔

انقلاب اور تبدیلی کے امکانات۔

ہمیں موجودہ دور کے حالات سے مرعوب ہونے کی بجائے حوصلہ سے کام لینا ہوگا۔اپنے ہاتھوں سے علمی قیادت اغیار کے حوالہ کرانے کے بعد اب ہمیں معاشرہ سے یہ تاثر ختم کرانا ہوگا۔کہ سائنسی علوم دوسروں کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے ہم بے بس ہیں۔ہمیں ایک بار پھر علمی اور سائنسی قیادت ہاتھ میں لینی ہوگی۔اور نہ حالات حاضرہ کی روشنی میں استعمار کا مقابلہ تکلیف بمالایطاق کے مترادف ہے۔اگر قیصر وکسریٰ استعماری قوتوں کے مقابلہ کے لئے عرب کے وحشی اور خونخوار قوم سے عدل وانصاف کا عظیم علمبردار اور تہذیب وثقافت کا مجسمہ اٹھ کر پوری دنیا میں انقلاب لاسکتا ہے۔تو آپ ﷺ کی تعلیمات کو مشعل راہ بنا کر مادر پدر آزاد معاشرہ میں ایک نیا انقلاب برپا کرنے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔بشرطیکہ اعتماد کے اس عظیم سرمایہ سے لیس ہوں، جس کی نشاندہی قرآن کررہا ہے۔

﴿ان ینصرکم الله فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ و

علی الله فلیتوکل المؤمنون﴾

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں اپنی مدد سے محروم کر دینے کا فیصلہ کرے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں لائحہ عمل کا تعین۔

بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ کرہ ارض پر ہماری کامیابی کا راز تعلیمات نبویؐ میں مضمر ہے۔جب تک ہم اپنے سفر کا آغاز ﴿منھاج النبوۃ﴾ کی روشنی میں نہ کریں۔تو ہماری کامیابی ممکن نہیں بلکہ ناکامی قطعی اور یقینی ہے۔زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری رہبری اور راہنمائی کے لئے حضرت رسول اللہؐ نے زرین اصول وضع کرکے ہمیں کامیابی کی خوشخبری سنائی۔﴿لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنۃ﴾ یعنی حضرت رسول اللہؐ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے کے دو ٹوک اعلان کے بعد ہمیں یہ جرات کیسے ہوتی ہے؟ کہ ہم اغیار کے طریقوں میں کامیابی کے راستے ڈھونڈیں۔ہمیں بغیر لیت ولعل کے یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ تعلیمات نبویؐ کے سوا ہمارا اور کوئی چارہ نہیں۔عصری تقاضوں اور حالات حاضرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں زندگی کا یہ سفر مندرجہ ذیل نکات پر جاری رکھ سکتے ہیں۔

(۱) اسلامی تشخص کا تحفظ۔

اسلام دنیا میں شاید واحد مذہب ہے جو قدم بقدم اپنے وجود کے تحفظ کا داعی ہے۔ایک خاص تشخص کا علمبردار ہے۔جو عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات اور سیاسیات میں بقاء کا خواہاں ہے۔اسلام کی جامعیت اور زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام اپنے تشخص کی بقاء چاہتا ہے اور کہیں اس کی پائے مالی برداشت نہیں کرتا۔قیامت تک روئے زمین پر بسنے والی امت کے لئے بغیر کسی امتیاز رنگ ونسل، قوم وقبیلہ اور زمان ومکان کے کامیابی جب سنت نبویؐ میں رکھی گئی ہے تو اسلامی تشخص کے تحفظ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کون سا ثبوت لانے کی ضرورت ہے؟ پھر یہ بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ یا اسلاف کی کامیابی کا راز ہم سنت کی تابعداری میں دیکھتے ہیں بلکہ

Scanned with CamScanner

ایک روایت میں آپ ﷺ نے ترک اسوہ حسنہ کو مفضی کفر قرار دیا۔ چنانچہ سنن ابوداؤد کی روایت ہے۔

﴿ولو ترکتم سنة نبیکم لکفرتم﴾

نبی کی سنتوں کا ترک بالآخر انسان کو کفر تک لے جاتا ہے۔ کیونکہ تعلیمات نبوی کو چھوڑنے سے اسلام کا تشخص باقی نہیں رہتا۔ لیکن اس کے باوجود ہم جس دور سے گذر رہے ہیں۔ اس میں ہم طریقہ نبوی کو نظر انداز کر کے مصلحت پسندی کا شکار ہیں۔ اگر ہم اپنے ضمیر سے یہ پوچھیں کہ ہم انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اپنے اسلامی تشخص کے کتنے وفادار ہیں؟ تو ضرور منفی جواب ملے گا۔ کیونکہ 57 اسلامی ممالک میں ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی آبادی ہونے کے باوجود ایک مکمل اسلامی ریاست کا نمونہ پیش کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ ہم اپنے معاشرہ میں فرنگی اور ملحدانہ کردار کے نفوذ سے ایک شفاف اسلامی معاشرہ کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم بحیثیت مسلمان دنیا میں بحیثیت مجموعی اسلامی تشخص کھو چکے ہیں۔ عالمی نظام کی تشکیل کے سامنے نکھرنے کے لئے ہمیں اسلامی تشخص کو اپنانا ہوگا۔ اور ہمیں معاشرہ میں یہ ثابت کرانا ہوگا کہ ہم مسلمان ہیں۔

(۲) نظریہ تعلیم میں تبدیلی۔

تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں ہمیں زندگی کے اس طویل سفر میں فروغ علم کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ ہماری پسماندگی اور درماندگی کا بنیادی سبب یہی ہے کہ مسلمان قوم علمی میدان میں وہ ترقی نہ کر سکی جس کی اس سے توقع کی جا سکتی تھی۔ بلکہ دوسروں کا دست نگر بن کر ناخواندگی کو شعار بنایا ہے۔ میں اس بے بنیاد نظریہ سے کبھی اتفاق نہیں کرتا کہ مذہب تعلیمی میدان میں پابندی عائد کر کے معاشرہ میں ناخواندگی اور جہل کا سبب بنتا ہے اگر دنیا تعلیم کو معاشرہ کی ضرورت قرار دیکر خواندگی کی ترویج کا سبق دیتی ہے تو اسلام اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر علم کو ضرورت کی بجائے عبادت قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ضرورت کا دائرہ محدود ہو کر متبادل پلیٹ فارم میسر ہونے پر علم کیلئے اپنی بقاء مشکل رہتی ہے جبکہ علم عبادت شمار ہو کر متبادل پلیٹ فارم کی دستیابی کا قائل نہیں بلکہ ارشاد ہے۔

﴿واعبد ربك حتى يأتيك اليقين﴾

مرتے دم تک اس سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔

اس لئے مسلمان قوم کو اسلامی معاشرہ میں دینی علوم کے علاوہ دنیوی علوم پر صرف توجہ ہی نہیں بلکہ جنون کی کیفیت پیدا کر کے قدم بڑھانا ہوگا۔ سائنسی علوم میں دوسروں پر اعتماد کی بجائے خود داعی بننا ہوگا۔ ہمیں قرون وسطی کی اس علمی ترقی سے آنکھیں بند نہیں کرنا چاہئے۔ کہ مسلمانوں نے اس وقت سائنسی کارنامے سرانجام دیئے تھے۔ جب آج کے دور کے سائنس کے علمبردار اس وقت انسانی زندگی بسر کرنے کے گر سے نابلد تھے۔ اس لئے ﴿اسلامی سائنس﴾ کی اصطلاح کی تخلیق آج کے مسلمانوں کے ذمہ قرض ہے۔ اس کی ادائیگی اس وقت ممکن ہے جب ہم تعلیمات نبوی کی اولین وحی ﴿الذی علم بالقلم o علم الانسان مالم یعلم o﴾ کی روشنی میں اپنی تعلیمی پالیسیاں ترتیب دیں۔ مثلاً موجودہ وقت میں اقتصادی ترقی دنیا کے عروج و زوال کا ذریعہ ہے اس لئے اس پر توجہ بہ عصر حاضر کی ضرورت ہے۔ اور سائنسی علوم میں ترقی کو اپنی ذمہ داری سمجھیں۔

۲) وسعت فکری / اجتماعی مفادات کی آب یاری۔

تعلیمات نبوی کی روشنی میں ہمیں عالمی نظام کے مقابلہ کے لئے نظریاتی طور پر وسعت فکری کو فروغ دینا ہوگا۔ تنگ نظری کی بجائے بالغ نظری کا ثبوت دینا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ جزوی اختلافات بھلا کر ہمیں بنیادی اہداف تک پہنچنے کے لئے ایک دوسرے کو برداشت کرنا ہوگا۔ ورنہ آپس میں مسلکی، گروہی، علاقائی اور عصبی تنازعات میں الجھنا خود اپنی قوت کو ضائع کرنا ہے ﴿انما المؤمنون اخوة﴾ یعنی کرہ ارض پر رہنے والے مسلمانوں کے درمیان ﴿اخوت اسلامی﴾ کے رشتے کا پاس رکھنا ہوگا۔ اس میں عرب و عجم اور کالے گورے کے امتیازات مٹانے ہوں گے جس کی ابتداء حضرت رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر کی۔ میرے خیال میں اتفاق و اتحاد کی یہ فضا صرف بلند بانگ دعووں یا نعروں سے نہیں بنتی۔ جب تک پوری دنیا کے مسلمان ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر ایسی اجتماعی پالیسی مرتب نہ کریں جس کے لئے تجارتی منڈی، متحدہ عسکری قوت اور بہتر خارجہ پالیسی نہ ہو۔ ذاتی اور علاقائی مفادات کی جگہ اگر عالمی تقاضوں کو مدنظر رکھا جائے اور اجتماعی مفادات کی آب یاری ہو تو اتفاق و اتحاد کی فضاء قائم ہو کر مسلمان قوم معاشرہ میں اپنی کھوئی

Scanned with CamScanner

ہوئی ساکھ بحال کر سکتی ہے۔

(٤) قول و عمل کی ہم آہنگی۔

تعلیمات نبویؐ سے دوری کیوجہ سے آج ہمارے معاشرہ میں سچائی اور صداقت کا فقدان ہے۔ جھوٹ، دھوکہ اور دغابازی ہمارے معاشرے کی ایسی بیماریاں ہیں، جن کی وجہ سے ہم معاشرہ کو اعتماد میں لینے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ انفرادی معاملات تو درکنار، اجتماعی اور ملکی معاملات میں جھوٹ بولنا کوئی جرم نہیں۔ موجودہ حالات کے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں ان کمزوریوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہوگا۔ آخر عرب کے خونخوار معاشرہ کی تبدیلی تو حضرت رسول اللہؐ کی امانت وصداقت کی خوبیوں سے ہوئی جس سے مشرکین مکہ کو بھی انکار کی جرات نہیں ہوئی۔ مزدوروں کی دادرسی، خواتین کے حقوق بلکہ معاشرہ کے ہر ستم زدہ کی فریادرسی کے بڑے بڑے نعروں کی جگہ عملی میدان میں کچھ کر کے دکھانا ہوگا۔ تاکہ کسی نام نہاد حقوق انسانیت یا احیاء حقوق نسواں کے نعروں سے دھوکہ دینے کا موقعہ نہ مل سکے اور نہ کوئی کسی کو گمراہ کر سکے بلکہ مسلمان کو انسان کے علاوہ دوسری مخلوق کے حقوق دلانے کا بھی علمبردار بننا ہوگا تاکہ اسلامی معاشرہ میں ایک حیوان پر زیادتی نہ ہو۔

(٥) جذبہ جہاد کا احیاء۔

ان تمام اقدامات کے باوجود جب کوئی قوم مسلمان قوم کو زندہ رہنے کا حق نہ دے۔ درندگی کا ثبوت دیکر مسلمان کے خون کو مچھر سے سستا سمجھے تو پھر ایسے ماحول میں اپنی دفاع کے تصور اور نظریہ کو اجاگر کرنے کے لئے جذبہ جہاد کو اجاگر کرنا ہوگا۔ تاکہ دنیا میں مسلمان اپنے تشخص کا تحفظ کر سکے اور جو بھی مسلمان سے بے جا الجھے تو کم از کم اس میں دفاع کی صلاحیت واستعداد ہو۔ اس طرح اسلامی نظام امن ومحبت کو پوری دنیا میں دعوت کے ذریعے عام کرنا مسلمان قوم کا شیوہ اور حق ہے۔ جس قوم میں قربانی کا جذبہ نہ ہو وہ اپنے کردار اور تشخص کا تحفظ نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد مسلمانوں کا شعار ہے اور اس سے مسلمان قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ حضرت رسول اللہؐ نے خود اپنے تیئس سالہ زندگی میں ستائیس غزوات میں بنفس نفیس شرکت کی اور پچپن سرایا تشکیل دیکر کفر کی سرکوبی کے لئے صحابہؓ کو بھیج دیے۔ چنانچہ مغازی اور سیر آپ کی تعلیمات کا ناقابل فراموش حصہ ہے۔ اس لئے بغیر کسی

﴿لاخوف لومة لائم﴾ کے جذبہ جہاد کو زندہ کر کے نئے نظام کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں اگر یہ پانچ نکات لیکر چلیں گے تو ہمارے معاشرہ میں ایسے رجال کار پیدا ہوں گے جنہیں بقول علی میاں "غیر متزلزل یقین، اسلام سے وفاداری، سرفروشی اور قربانی کا شوق، ایثار و خود شکنی، انانیت اور خود پرستی سے آزادی، پاکباز اور بیداغ سیرت، زاہدانہ اور متوکلانہ زندگی، صبر و قوت برداشت، چرب زبانی کی بجائے جہد مسلسل اور خوابوں وتمناؤں کے بجائے حقائق اور واقعات پر اعتماد کی صفتیں حاصل ہوں گی جو اس نظام کے مقابلہ کے لئے قائدانہ صفتیں ہیں۔

(واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین)

توجہ

ماہنامہ العصر کے خریدار ممبران سے گزارش کی جاتی ہے کہ جن کی مدت خریداری مکمل ہو چکی ہے۔ نیز اگر ان تک خط نہ پہنچ چکا ہو تو برائے مہربانی اپنا زر سالانہ ارسال کر کے ادارہ سے تعاون فرما کر سعادت دارین نصیب کریں۔

ادارہ

Scanned with CamScanner

تقریب یوم سرپرستان

مولانا تحمید اللہ

جامعہ عثمانیہ پشاور ایک نوخیز ادارہ ہے۔ اخلاص اور تقوی پر اس کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ جس کی برکت سے الحمدللہ آج شجر مثمر کی مانند تشنگان علم اس کے میٹھے پھل سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جس طرح طلباء کا ادارہ اور اساتذہ کرام سے علمی اور اصلاحی تعلق ضروری ہوتا ہے۔ اس کی ترقی میں طلباء کے سرپرستوں کا ادارہ سے تعلق بہت اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اسی تعلق کو برقرار رکھنے کے لئے جامعہ میں سالانہ تقریب یوم سرپرستان منعقد ہوتی ہے۔

امسال بھی جامعہ عثمانیہ نوتھیہ روڈ صدر میں مورخہ 22 جون 2003ء بمطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ بروز اتوار بوقت صبح 9 بجے تقریب یوم سرپرستان زیر صدارت جناب شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ منعقد ہوئی۔ تلاوت کلام پاک کے بعد جامعہ کے ناظم تعلیمات مولانا حسین احمد صاحب استقبالیہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ میں تمام اساتذہ کرام کی جانب سے آپ تمام حاضرین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خصوصاً شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم صاحب اور مہمان خصوصی کا جنہوں نے حضرت مفتی صاحب کی دعوت پر تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ جامعہ عثمانیہ کی ابتداء اس چھوٹی مسجد اور چار کمروں سے ہوئی تھی۔ شروع میں 40 طلباء نے داخلہ لیا۔ یہ دس سال قبل کی بات ہے جو کہ زیادہ عمر نہیں ہوا کرتی۔ اب الحمدللہ اپنی مکمل شکل میں موجود ہے۔ تین سال سے دورہ حدیث پڑھایا جا رہا ہے۔ درجہ تکمیل الفنون کے ساتھ اول تا آخر تمام درجے پڑھائے جا رہے ہیں۔ افتاء، سیاسیات، معاشیات، کمپیوٹر کے علاوہ تحقیقی مقالہ جات لکھے جا رہے ہیں۔ جن لڑکوں نے سکول نہیں پڑھا ہو ان کو دو سو سال سکول کی تعلیم دی جاتی ہے جو میٹرک کے مساوی ہے۔ مدرسۃ البنات بھی اپنی شاندار عمارت کے ساتھ قائم ہے۔ 27 اساتذہ کرام تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ نیا کتب خانہ اور دارالحدیث بھی تیار ہو چکے ہیں۔ ایک شاخ پبی میں ہے۔ اعدادیہ، حفظ، درجہ اولی (ب) درجہ ثانیہ (ب) کے طلباء وہاں پڑھتے ہیں۔ پچھلے سال وہاں ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد بھی رکھی گئی۔

یہ ترقی حضرت مفتی صاحب کی شبانہ روز محنت، ہمہ تن توجہ اور انتھک کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس میں ہمارے بزرگوں کی دعا شامل ہے۔ معاونین حضرات کا تعاون بھی شامل ہے۔ ان ترقیات میں اساتذہ کرام کی بے لوث خدمت کا بھی دخل ہے۔ جن کی تعبیر کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تحدیث باالنعمۃ کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ جامعہ نے تعلیمی ترقی میں ایک مقام حاصل کیا ہے۔ وفاق المدارس العربیہ بورڈ میں ہمارے طلباء امتیازی اپوزیشن حاصل کرتے ہیں۔ جس کا مختصر جائزہ آپ نے ان کی تقریروں سے لیا ہوگا۔ میں ان تمام انعامات پر اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آخر میں آپ سب حضرات کی آمد پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

تقریری مقابلہ کے لئے درج ذیل ججوں کو نامزد کر دیے گئے تھے۔ (۱) جناب پروفیسر مولانا عزیز الرحیم صاحب زرعی یونیورسٹی پشاور (۲) جناب مولانا محمد ادریس صاحب انڈر P.H.D علامہ اقبال یونیورسٹی (۳) جناب مولانا مشتاق احمد صاحب مترجم سرحد اسمبلی پشاور۔ تقریری مقابلہ عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں ہوا۔ عربی تقریر میں متعلم عبدالغفور درجہ سادسہ، اردو تقریر میں معلم اسد خان درجہ ثانیہ اور انگریزی تقریر میں متعلم منہاج الدین درجہ سادسہ نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔

بعد ازاں رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے حاظرین سے خطاب کرتے ہوئے حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ الحمدللہ آپ نے جامعہ عثمانیہ کے طلباء کی کارکردگی اور محنت دیکھی۔ آپ نے جامعہ کے اہداف کا اندازہ طلباء کی تقاریر سے لگایا ہوگا۔ طلباء نے آپ کے سامنے کی فرقہ وارانہ یا گروہی مسئلہ پر تقریر نہیں کیں۔ جن خیالات کا اظہار کیا۔ ان میں عصری اور عالمی مسئلہ کو پیش نظر رکھا گیا۔ طالب علم کو چاہیئے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو ضائع نہ کرے۔ بلکہ عالمی مسئلہ کو لیکر اپنے آپ کو پیغمبر علیہ السلام کا غلام سمجھ کر اس کی فکر کو لیکر چلے۔ آج اس کا مقابلہ عالمی طاغوتی طاقتوں سے ہے۔ عصری تقاضوں کو سامنے رکھ کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

اسی وجہ سے آج طالب علم کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ آج جو لوگ مدارس پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ مدارس کے کام سے خبردار نہیں ہیں۔ اس میں ہم بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

آپ حضرات نے اپنے بچوں کو جس ہمدردی سے ہمیں سونپا ہے۔ ہمیں احساس ہے کہ ہم نے ان کی خدمت کا صحیح حق ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ ہماری معمولی سی محنت ہے۔ اس کام کے مشکل ہونے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر یہ دعا فرمائی۔ (واشركه فی امری) اسی لئے میں سرپرستوں سے بھی تعاون کی درخواست کروں گا۔ ہر طالب علم کے لئے تین چیزوں کی اہم ضرورت ہے۔

(۱) ایمانی قوت پر مزید محنت :- ایمان کی محنت اور اس کی قوت تمام کاموں سے مقدم ہے۔ ایمان جتنا مضبوط ہوگا توفیق پانے میں اتنی کامیابی ہوگی۔ میں طلباء سے کہا کرتا ہوں کہ جامعہ عثمانیہ میں رہ کر اگر تم ایمان نہیں بناؤ گے تو پھر ایمان کب بنے گا۔ جامعہ کے تمام منصوبے صرف ایمانی قوت کے توکل پر چل رہے ہیں۔ نئی شاخ میں بڑی جامع مسجد 2 کروڑ کی لاگت پر بن رہی ہے اور کل منصوبے پر 18 کروڑ کا خرچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے کہ وہ ذات جس کے دل میں اس کی زمین دینے کی بات ڈال دی، وہی ذات اس کو بنانے کے لئے بھی کسی کے دل میں بات ڈال دے گی۔ آج تک ہم کسی حکومت یا ایسے افراد سے چندہ نہیں لیا ہے جو ہمارے ایمان کے ساتھ کھیلے۔ یہ جتنا کام چل رہا ہے صرف اللہ پر بھروسہ سے چل رہا ہے۔ دینی کام میں وسائل کی ضرورت نہیں۔ اگر وسائل نہ بھی ہوں تو درخت کے نیچے بھی علم کا کام ہو سکتا ہے۔

اخلاص :- دوسری ضروری چیز طلباء کے لئے اخلاص ہے۔ حالات سے قطع نظر اپنی محنت کو عبادت سمجھیں۔ جب اخلاص ہوگا اس کے علم میں ترقی ہوگی۔

مولانا اشرف علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک شیخ کے پاس اس کے مرید نے درخت کے خشک پتے لیکر آئے۔ شیخ سے کہا کہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ان کے علاوہ اور کوئی چیز بطور ہدیہ نہیں تھی۔ لہذا یہ لیکر آیا ہوں تا کہ ان پتوں کو جلا کر روٹی پکا سکیں۔ شیخ نے نصیحت کی۔ کہ ان پتوں کو محفوظ کر کے رکھو۔ جب میں مر جاؤں تو پتوں سے پانی گرم کر کے مجھے نہلانا۔ مجھے اس میں اتنا اخلاص نظر آتا ہے کہ ان کی اس اخلاص کی وجہ سے میری بخشش ہو جائے گی۔ تو کسی مخلص طالب علم کی برکت سے ہماری بھی بخشش ہو جائے۔

ادب و احترام :- تیسری چیز طالب علم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں ادب واحترام کا

جذبہ ہو۔ بے احترامی علم کو ضائع کرنے والی چیز ہے۔ ایک دن زبیدہ نے ہارون الرشید سے شکایت کی کہ تم مامون پر توجہ دیتے ہو لیکن امین کے ساتھ تمہاری خاص محبت نہیں ہے۔ اس نے بیوی سے کہا کہ اس میں کمال احترام ہے۔ ایک دن ہارون الرشید نے مسواک ہاتھ میں لیکر امین بیٹے سے پوچھا۔ ماھذا؟ یہ کیا ہے۔ اس نے کہا۔ مسواک ہے۔ پوچھا اس کی جمع کیا آتی ہے؟ بولا (مساویك) دوسرے بیٹے مامون سے پوچھا کہ مسواک کی جمع کیا آتی ہے؟ اس نے کہا کہ تمہاری خوبیوں کی ضد اس کی جمع ہے۔ کیونکہ (مساويك) کا ایک ترجمہ برائی ہے تو باپ کے احترام کی خاطر اس لفظ کو ذکر نہیں کیا۔ تو ہارون الرشید نے زبیدہ سے کہا کہ میرے دل کو اس کے ادب واحترام نے موہ لیا ہے۔

ہمارے اساتذہ بھی ہمیں احترام سکھاتے ہیں۔ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ، مولانا حسین احمد مدنیؒ کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ امیر المؤمنین بالحدیث فرمایا کرتے تھے۔ ان تینوں چیزوں کو لیکر اگر چلیں گے تو جامعہ اور عوام کے لئے سرمایہ ثابت ہوں گے۔ سرپرستوں سے بھی گزارش ہے کہ خدارا اس علم کو فضول اور غیر ضروری مت سمجھو۔ اگر تین لڑکوں میں ایک اگر مدرسہ میں پڑھتا ہے تو اس کو غنیمت سمجھو۔ بچوں میں سے ذہین بچے کو مدرسہ میں داخل کر دو۔ سرپرست حضرات اس مدرسہ کو اپنا مدرسہ سمجھیں۔ اس میں تعاون کریں۔ اور سال کے دورانیہ میں ضرور مدرسہ آکر معلومات کیا کریں۔ انشاء اللہ یہ طلباء عصری تقاضوں کا پورا پورا حق ادا کریں گے۔ آخر میں سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے تشریف لا کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

بعد ازاں کراچی سے تشریف لائے ہوئے مہمان خصوصی قاری القراء حضرت قاری عمر خطاب صاحب مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے ان طلباء کی تقاریر سن کر تمنا ہوئی کہ میں خود بھی تقریر کے لئے تیاری کر کے آیا ہوتا۔ اپنے کو دیوبندی کہنا آسان نہیں۔ بلکہ شاہ ولی اللہ کے زمانے سے جو سلسلہ چل رہا ہے اس کی پوری پیروی کرنی لازمی ہے۔ ہمارے مدارس، خانقاہوں اور مجددوں کا بڑا اعلیٰ نظام ہے۔ اس کو انگریز نے بھی نہیں سمجھا۔ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ شیخ الہند کی سیاست جو ان کے جوتیوں میں تھی، وہ میرے دماغ میں بھی نہیں آتی ہے۔ موصوف نے فرمایا۔ طلباء کو چاہئے کہ وہ علم کو مدرسہ کی امانت سمجھیں۔ اساتذہ کی امانت سمجھیں۔ جہاں

بھی دینی خدمت کے لئے ان کو جانے کا حکم کریں۔ وہاں جانا چاہئے۔ طالب علم جب استاد کی بات مانے گا۔ اس میں اس کی کامیابی ہے۔ معاونین مدرسہ بھی اللہ کا شکر ادا کریں کہ ان کا پیسہ مدرسے میں خرچ ہو رہا ہے۔ کیونکہ لوگوں کی رقم بری جگہوں اور جیلوں میں خرچ ہو رہی ہے۔ موصوف نے طلباء کے لئے ادب اور تزکیہ نفس پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔ طالب علم کے لئے کتاب، درس گاہ، مدرسہ اور استاد کا ادب کرنا لازمی ہے۔ نیز تزکیہ نفس علماء کرام کا ایک اہم شعبہ ہے۔ ہم ایسی جگہ نہ جائیں جہاں ہمارا نفس خراب ہو جائے۔ بزرگوں کے ساتھ صحبت ضروری ہے۔ اس علم کے لئے بزرگوں سے صحبت ضروری ہے۔ البتہ دوسرے علوم کے لئے بزرگوں کی صحبت ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسے کو سارے عالم کے لئے مثالی نمونہ بنائے۔

بعد ازاں چہارنیم ماہی امتحان، گزشتہ سالانہ امتحان اور وفاق المدارس عربیہ پاکستان کے امتحان میں پوزیشن لینے والے طلباء میں انعامات بدست مولانا عبدالحلیم دیروی صاحب اور مہمان خصوصی تقسیم کیے گئے۔

آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم دیروی صاحب نے دیگر طلباء کو نصیحت فرمائی کہ وہ بھی پوزیشن لینے والے طلباء کی طرح محنت کریں۔ ایسا ہی جذبہ پیدا کریں۔ فاضل ہونے والوں سے گزارش کی کہ وہ لوگوں میں جا کر درس قرآن کا اہتمام کریں۔ لوگوں کا عقیدہ اور ذہنوں کو درست کریں۔ مفتی صاحب سے گذارش کی کہ جب تک فضلاء اپنی اپنی جگہ درس قرآن نہ دیا کریں اس وقت تک ان کی سند موقوف کریں۔ فضلاء جب دین کا کام اور درس و تدریس کریں گے تو دنیا و آخرت میں بہت کچھ پائیں گے۔ ان کی مبارک دعا سے اس پروگرام کی پُررونق تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

دینی مدارس کی اسناد اور پارلیمنٹ

عطاء الرحمٰن

اول تو یہ فیصلہ ہی اصولی طور پر غلط تھا کہ اسمبلیوں کی رکنیت کے ہر امیدوار پر گریجویٹ ہونے کی پابندی عائد کر دی جائے۔ دنیا کامیاب پارلیمنٹوں سے بھری پڑی ہے۔ ان کی پچاس سے پانچ سو سال تک کی اپنی اپنی تاریخ ہے۔ تسلسل کے ساتھ قائم رہنا ان میں سے بیشتر کا طرہ امتیاز ہے۔ عوام کو ان کی نمائندہ اور جوابدہ حکومت فراہم کرتے رہنا ان کا اصلی کام ہے۔ بدلتے ہوئے حالات اور نت نئی ملکی و قومی ضروریات کے پیش نظر ایسی قانون سازی کرنا جو ملک کے لوگوں کی امنگوں پر پوری اترتی ہو ان کا فرض منصبی ہے۔ ان ذمہ داریوں سے وہ بطریق احسن عہدہ برآ بھی ہوتی چلی آ رہی ہیں لیکن ان میں کوئی بھی ایسی نہیں جس کے اراکین کے لئے گریجویشن یا سکول و کالج کی کم از کم تعلیم کی شرط لازمی ہو۔ پھر آخر پاکستان پر کیا ایسی افتاد آن پڑی تھی کہ ووٹروں پر قدغن لگا دی گئی کہ وہ باقاعدہ ڈگری ہولڈر کے علاوہ کسی کو رکن اسمبلی کے طور پر چن نہیں سکتے ...... یہ بالغ رائے دہی کے اصول کی بھی نفی ہے کیونکہ ووٹر کی پسند یا ناپسند (CHOICE) کو محدود کر دیا گیا ہے۔ یہ ہر اس پاکستانی کے بنیادی حقوق کو بھی سلب کرنا تھا جو اگرچہ رسمی طور پر گریجویٹ نہیں لیکن اپنی سوجھ بوجھ، سیاسی تجربے، اپنے حلقے کے عوام کی خدمات اور ان کی ضروریات کا ادراک رکھنے کی بناء پر اپنے آپ کو قومی یا صوبائی اسمبلیوں میں سے کسی ایک کا رکن بننے کا اہل خیال کرتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے اور عوام مدرسے یا سکول نہیں یونیورسٹیوں کی دانش کا نچوڑ اس پر صادر کرتا ہے کہ انسانوں کے اجتماعی معاملات چلانے میں بسا اوقات وہ لوگ زیادہ ہنر مندی کا مظاہرہ کرتے ہیں جو نسبتاً کم پڑھے لکھے ہونے کے باوجود عملی بصیرت (Practical Wisdom) کے جوہر سے آشنا ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان ملکوں میں بھی جہاں شرح خواندگی سو فیصد ہے، یونیورسٹی گریجوایٹس کا تناسب ہمارے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے۔ کامیاب جمہوریتیں چلانے اور ترقی کے میدان میں بہت آگے نکل جانے کا شاندار ریکارڈ بھی رکھتے ہیں، ارکان پارلیمنٹ کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں رکھی گئی۔

پھر پاکستان میں تو یہ نادر تجربہ عوام کی کسی پرزور خواہش کے پیش نظر نہیں، ان کی منتخب کسی پارلیمنٹ کی

Scanned with CamScanner

جانب سے منظور کردہ کسی قانون کے تحت نہیں بلکہ ایک فوجی آمر مطلق کی غرض کو بروئے کار لاتے ہوئے کیا گیا ہے جو مجبوری کے انتخابات کے نتیجے میں اپنے ڈھب کی پارلیمنٹ وجود میں لانا چاہتا تھا کیونکہ فوجی حکمرانوں اور منتخب پارلیمنٹوں میں ہمیشہ کشمکش رہی ہے ۔ وہ برسر اقتدار ہی نمائندہ پارلیمنٹوں کو توڑ کر آتے ہیں۔ لہذا جنرل مشرف نے اس منفرد تجربے کے ذریعے کوشش کی کہ ایک خاص قسم کی اشرافیہ (ELITE) والی پارلیمنٹ لائی جائے جو عوام کی صحیح معنوں میں نمائندہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی راہ میں بڑی رکاوٹیں نہ کھڑی کرے...... چنانچہ وہ ایسی پارلیمنٹ کے ذریعے ایک تابع فرمان کابینہ لانے میں تو کامیاب رہے لیکن اس کے لئے انہیں لوٹا کلچر کا بھی سہارا لینا پڑا اور ایسے کرپٹ اراکین کو بھی ساتھ ملانا پڑا جن کے بغیر ان کے بقول کوئی چارہ نہیں تھا۔ پھر اس پڑھی لکھی اور گریجویٹ پارلیمنٹ کے صدقے انہیں ایسا وزیر اعظم تو مل گیا جس کے پاس خارجہ پالیسی کے اختیارات ہیں نہ دفاعی اور بنیادی نوعیت کی داخلی پالیسیوں کے۔ وہ ایک ڈپلومیٹ کو بھارت کے لئے اپنا ہائی کمشنر مقرر کرنے کا اعلان کرتا ہے تو دوسرے روز مشرف کی بالائی حکومت کی جانب سے تردید آجاتی ہے۔ وہ اپنے تئیں شریف خاندان کی معزز خواتین کے ان کے اپنے وطن میں رہنے کے حق کی حمایت کرتا ہے تو اسی روز حکم صادر ہوتا ہے کہ انہیں فوری طور پر ملک بدر کرنے کا انتظام کرو۔ وہ شریف آدمی اس پر بھی راضی برضا ہو جاتا ہے اور دوبارہ مسکراتا ہوا عوام کے سامنے آجاتا ہے کہ یہی مرضی میرے صیاد کی ہے۔ اس حد تک جنرل مشرف یقیناً کامیاب رہے ہیں۔ لیکن گریجویٹ پارلیمنٹ بجائے خود کوئی کارنامہ نہیں دکھا سکی۔ اب تو چلنے کے قابل بھی نہیں رہی۔ آٹھ ماہ گزر گئے ہیں ماسوائے بجٹ کی نہایت سرعت کے ساتھ منظوری کے ایک قانون پاس نہیں کر سکی۔ اس کا سپیکر متنازع بن چکا ہے۔ اس کے ڈپٹی سپیکر کے خلاف بھی تحریک عدم اعتماد کا نوٹس دیا جا چکا ہے۔ اس پارلیمنٹ کے سپیکر نے ایسی عجوبہ روزگار رولنگ دی ہے جس کے بعد اب ملک کے دو آئین ہیں۔ ایک ﴿ایل ایف او﴾ والا دوسرا وہ جسے پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی متحدہ اپوزیشن اور ملک بھر کی بار ایسوسی ایشنیں دستور مملکت طور پر تسلیم کرتی ہیں۔ یہی کبھی اس ملک کا متفق علیہ آئین تھا.......... لیکن اس پارلیمنٹ کو سب سے بڑا شرف تو یہ حاصل ہوا کہ اس کے خالق مشرف اس کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرنے کا آئینی تقاضا پورا کرنے کا یارا نہیں رکھتے اور زچ ہو کر برملا اسے ﴿غیر مہذب﴾ ہونے کے

خطاب سے مزین کر چکے ہیں۔ اب پشاور ہائیکورٹ کے الیکشن ٹریبونل کی جانب سے اسی پارلیمنٹ کے ایک رکن کو اس بناء پر نااہل قرار دے دیا گیا ہے کہ اس کے پاس ایک دینی مدرسے کی جانب سے جاری کردہ سند، بی اے کی ڈگری کے مترادف نہیں ہے۔ حالانکہ الیکشن کمیشن آف پاکستان اس کے حق میں فیصلہ دے چکا ہے۔ اسی بناء پر اس وقت قومی اسمبلی کے 28 اور سینٹ کے سات اراکین کے پاس بھی اسی نوعیت کی اسناد ہیں۔ الیکشن کمیشن کا فیصلہ تو نو دس ماہ پہلے کی بات ہے۔ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کئی برس پہلے ان اسناد کو ایم اے کی ڈگریوں کے مساوی قرار دے چکا ہے۔ یہ دلیل قطعی غلط اور بے معنی ہے کہ ایسا قرار دینا صرف تعلیمی اور تدریسی مقاصد کے لئے تھا۔ سوال یہ ہے کہ جو افراد گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ سطح پر دنیا کا کوئی ایک مضمون بھی پڑھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ قانون ساز اداروں کے رکن کیوں نہیں بن سکتے۔ اگر ایران کے علماء مشہد اور قم کے روضہ ہائے علمیہ سے تعلیم حاصل کر کے نہایت کامیابی کے ساتھ اور بعض پہلوؤں سے متاثر کن حد تک اپنے ملک کا نظم و نسق چلا سکتے ہیں، امریکہ کے مقابلے میں اپنی حاکمیت اعلیٰ کا لوہا منوا سکتے ہیں ملک میں تسلسل کے ساتھ انتخابات کرا سکتے ہیں تو پاکستان کے دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ جبکہ صوبہ سرحد میں گذشتہ آٹھ ماہ کے دوران علماء کی حکومت نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ حکومتی نظم و نسق چلانے میں وہ اگر جدید تعلیم یافتہ پاکستانیوں سے آگے نہیں تو پیچھے بھی نہیں رہی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح جو انگلستان کے بار ایٹ لاء تھے اور مولانا شبیر احمد عثمانی، جو دارالعلوم دیوبند کے فارغ اور استاد تھے، ملک کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں شانہ بشانہ بیٹھتے تھے۔ مولانا عثمانی کو مسٹر جناح کی قیادت پر فخر تھا تو قائد کو مولانا کی رفاقت پر مسرت...... اگر دینی مدارس کے علماء بانی پاکستان کی موجودگی میں اسمبلیوں کے رکن بن سکتے ہیں تو آج کوئی کس منہ سے ان کی اہلیت سے انکار کر سکتا ہے۔ تازہ فیصلے پر متحدہ مجلس عمل کا یہ ردعمل کہ اس کے محرکات سیاسی ہیں غیر متوقع نہیں اور بہت حد تک غیر حقیقی نہیں۔ مشرف حکومت کچھ امریکہ کے دباؤ کے تحت اور کچھ ﴿ایل ایف او﴾ کے تنازع کی وجہ سے ﴿ایم ایم اے﴾ کے اراکین اور صوبہ سرحد میں اس کی حکومت سے جان چھڑانا چاہتی ہے.......... اس کی خاطر برف ٹوٹنے کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ لیکن ہمارا بنیادی مسئلہ یہ نہیں ہے کہ دینی مدارس کی اسناد یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کے برابر ہیں یا نہیں،

Scanned with CamScanner

اصل مسئلہ ہمارے ملک کی حاکمیت اعلیٰ کا ہے۔ ہمارے ملک کے فیصلے عوام کے نمائندے کررہے ہیں یا امریکی دباؤ کے تحت غیر منتخب فوجی حکمران کررہے ہیں۔ امریکی مطالبے پر عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے کا ﴿اصولی﴾ فیصلہ ہو چکا ہے۔ اسی کے اصرار پر اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لئے سنجیدگی کے ساتھ غور ہو رہا ہے بلکہ یہودی ریاست کے ساتھ پس پردہ روابط بھی قائم ہو چکے ہیں۔ ملک پہلے ہی ﴿ایف بی آئی﴾ کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اب علماء اور دینی جماعتوں کو پارلیمانی اداروں سے دیس نکالا ملنے والا ہے۔ اس کے عوض امریکہ فوجی حکومت کی پشت پناہی کرتا رہے گا اور جنرل مشرف کا اقتدار مستحکم رہے گا۔

پتنگ بازی پر پابندی :- پتنگیں اڑانے کا شغل ہمارے سماج میں بڑی مدت سے جاری ہے، ہندو تہذیب کا موسمی تہوار بسنت قیام پاکستان کے بعد بھی منایا جاتا رہا۔ لیکن گزشتہ تین برسوں کے دوران ہر بسنت کے موقع پر جنرل مشرف کی ذاتی دلچسپی اور سرپرستی کی وجہ سے اس شغل نے مہلک شکل اختیار کرلی ہے۔ صرف گذشتہ تین ماہ کے دوران پتنگیں اڑانے کے لئے دھاتی مادے سے تیار کی گئی ڈور کی وجہ سے سترہ افراد کے گلے کٹ گئے اور وہ اپنی قیمتی زندگیوں سے محروم ہوگئے۔ زخمیوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ پچھلی تین بسنتوں کے دوران لاہور جیسے علمی اور تہذیبی شہر کا جو حال ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ شراب کے جام پر جام لنڈھائے گئے، حکمرانوں کی موجودگی میں مقامی اور دوسرے شہروں سے آئے ہوئے معززین نے وہ حرکات کیں کہ ان کے ذکر سے بھی تعفن محسوس ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ خالد حسن جیسا لبرل اور سیکولر خیالات رکھنے والا دانشور انگریزی روزنامے ﴿ڈان﴾ میں یہ لکھنے پر مجبور ہوگیا کہ بسنت کے روز لاہور ﴿کوٹھے﴾ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس سے قطع نظر مہلک دھات والی ڈور کے عام استعمال کی جو وباء پھیل گئی ہے وہ ایک ڈائن کی مانند معصوم شہریوں کی جانیں ہڑپ کررہی ہے۔ لاہور کے ڈسٹرکٹ ناظم میاں عامر محمود نے بالکل درست فیصلہ کیا ہے کہ تین ماہ کے لئے ہر قسم کی پتنگ بازی پر پابندی عائد کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس پابندی کو مستقلاً نافذ کرنے کی توفیق اور ہمت بھی دے۔ انہوں نے اپنے شہر کے لوگوں کی نمائندگی کا حق ادا کیا ہے۔ اب لاہور کے باشعور شہریوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اس کام میں ضلعی حکومت کے ساتھ مکمل تعاون کریں کیونکہ اکیلی انتظامیہ کچھ نہیں کرسکتی۔ (بشکریہ روزنامہ نوائے وقت)

بنوں برانڈ ٹریڈ مارک معیار میں اعلیٰ

توابل الادم

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں

سالن مصالحہ

مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی، دارچینی، جلوتری، الائچی کلاں، اچورہ، انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاوڈر

تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمٰن، شاہ فیاض خان

گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان